لکھنؤ
تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ

توحید خالص اور غیر اللہ کی بے حقیقتی

کل مخلوقات کو اس طرح سمجھو کہ بادشاہ نے جس کا ملک بہت بڑا اور حکم سخت اور رعب وداب دل ہلا دینے والا ہے، ایک شخص کو گرفتار کر کے گلے میں طوق اور پیروں میں کڑا ڈال کر ایک صنوبر کے درخت میں ایک نہر کے کنارے جس کی موجیں زبردست، پاٹ بہت بڑا تھا، بہت گہری، بہاؤ بہت زوروں پر ہے، لٹکا دیا ہے اور خود ایک نفیس اور بلند کرسی پر کہ اس تک پہنچنا مشکل ہے تشریف فرما ہے اور اس کے پہلو میں تیر و پیکان، نیزہ و کمان اور ہر طرح کے اسلحہ کا انبار ہے، جن کی مقدار خود بادشاہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اب ان میں سے جو چیز چاہتا ہے اٹھا کر اس لٹکے ہوئے قیدی پر چلاتا ہے تو کیا دیہ تماشا) دیکھنے والے کے لئے بہتر ہو گا کہ وہ سلطان کی طرف سے نظر ہٹا لے اور اس سے خوف و امید ترک کر دے اور لٹکے ہوئے قیدی سے امید و بیم رکھے، کیا جو شخص ایسا کرے عقل کے نزدیک بے عقل، بے ادراک دیوانہ، چوپایہ اور انسانیت سے خارج نہیں ہے۔ "خدا کی پناہ، بینائی کے بعد نابینائی، اور وصول کے بعد جدائی اور قرب و ترقی کے بعد تنزل، اور ہدایت کے بعد گمراہی اور ایمان کے بعد کفر سے۔"

—— شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (ماخوذ از: تاریخ دعوت و عزیمت)

فی شمارہ ۵۔۰۰ روپے
سالانہ سو روپے
۱۰ر دسمبر ۱۹۹۶ء

Regd No. LW/NP56
Fax No. : (0522) 380570
Principal : 372336
Guest House : 73864 Ext. 20

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)
Rs. 5/-

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف
صندل سے تیار کردہ خوشبو
دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ
قسم کے روغنیات و عرق
کیوڑہ، عرق گلاب
و دیگر عطریات کی ——
IZHAR AHMAD & SONS PERFUMERS
ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ
تشریف لا کر خدمت کا موقع دیں
خط و کتابت کا پتہ
فون: 268898
اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش
سونے چاندی کے زیورات کیلئے
ہمارا نیا شوروم
گہنہ پیلس
حاجی عبد الرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

مئو کے اصلی نورانی تیل
کی خاص پہچان
لیبل پر لائسنس نمبر U-18/77 اور
کیپ کے اوپر MAU CITY ہے تب اصلی ہے
اگر یہ دونوں پہچان نہ ہو تو نقلی ہے۔

نورانی تیل
درد۔ زخم۔ چوٹ۔ کٹنے جلنے کی مشہور دوا
انڈین کیمیکل کمپنی، مئو ناتھ بھنجن یو۔پی

چشمہ ساگر
جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔
AUTO REFRCCTO METER AR-860
نوٹوکرامک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزن لینس، فینسی
پاور و دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔
—— ایک بار خدمت کا موقع دیں ——
آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)
شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

۱۲۴۷۸۹

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

شمارہ نمبر ۳	۱۰ دسمبر ۱۹۹۶ء ـ مطابق ـ ۲۸ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ	جلد نمبر ۳۴

زیر نگرانی :-
مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)
مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی (معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء)
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء)
پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب (معتمد مالیات ندوۃ العلماء)

مدیر مسؤل:
شمس الحق ندوی

مجلس ادارت:
مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی، ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون

سالانہ ــــــــ ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ــــــــ پانچ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک :-
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
ــــــــ ۲۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک :-
بحری ڈاک جملہ ــــــــ ۱۰ ڈالر

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

گذارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کیساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ ــــ منیجر

خط وکتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کراکے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

حامد

درس حدیث

دین کی سمجھ وفہم حاصل کرنے کی فضیلت

صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز ٹیچرس ٹریننگ کالج الجامعۃ السعودیہ

شمس الحق ندوی

(۲)

حضرت حسن بصریؒ کا قول حقیقت اور دین کے مزاج سے زیادہ قریب ہے اس لئے کہ یہ دین سراپا جہد وجہاد ہی ہے، اس حقیقت کو وہی سمجھے گا جو چلے پھرے۔ لہٰذا وہ لوگ جو میدان کارزار میں نکلتے ہیں وہ دین کی روح کو سمجھنے کے زیادہ اہل ہیں، اس لئے کہ اس صورت میں دین کے اسرار ومعانی ان پر زیادہ عیاں ہوتے اور کھلتے ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ عملی زندگی اور چلت پھرت میں آیات کی عملی تطبیق زیادہ سامنے آتی ہے جو فہم وادراک معانی کی صلاحیت کو بڑھاتی جاتی ہے۔ جو لوگ جہاد میں یا سفر میں نہیں جا سکے وہ مجاہدین اور سفر کرنے والوں سے مل کر فہم دین حاصل کریں، اس لئے کہ نکلنے والے نے جو دیکھا اور مشاہدہ کیا ہے وہ ان کو حاصل نہیں، لہٰذا ان سے مل کر ان کے مشاہدہ اور تجربہ کا فائدہ اٹھائیں، اور خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ یہ نکلنا اور جہاد کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا ہو یوں عام طور پر بھی سفر وحرکت سے فائدہ پہونچتا ہے کہ بہت سی چیزیں حالات وماحول کے مشاہدہ سے سمجھ میں آتی ہیں اور قوت فہم کو بڑھاتی ہیں۔

تفقہ کے مفہوم میں نفاق اور منافقین کا سمجھنا ان کی سرگرمیوں کو سمجھنا اور اس کے دور رس اور خطرناک نتائج کو سمجھنا بھی شامل ہے، غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین نے مختلف قسم کی تدبیریں کیں اور مسلمانوں میں انتشار وبے چینی پیدا کرنا چاہا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی سازشوں کا پردہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور ہمہ وقت بیدار وچوکس رہنے کی برکت سے فاش کردیا، منافقین کی انھیں حرکات وسازشوں میں سے ایک یہ ہے جس کو محمود بن لبید نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہماری قوم کے کچھ لوگوں نے ایک منافق کے بارے میں جس کا نفاق بہت کھلا ہوا تھا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابر لگا رہتا تھا، آپ جہاں کہیں بھی تشریف لے جاتے وہ ساتھ ہوتا، غزوہ تبوک کے موقع پر جب حجر نامی مقام پر صحابہ کرامؓ پیاسے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی نہ ہونے کی شکایت کی تو آپ نے دعا فرمائی، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے بادل کا ایک ٹکڑا بھیجا اور اتنا پانی برسا کہ صحابہ کرام آسودہ ہوگئے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس معجزہ اور قبولیت دعا کے بعد ہم لوگوں نے اس سے کہا اب تو پکے مسلمان بن جاؤ۔ کیا اب اس سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہوسکتی ہے، اس منافق کو اب بھی نہ توفیق ملی اور بولا اس میں معجزہ کی کیا بات ہے ایک بادل گذر رہا تھا برس پڑا۔

ہم ذرا سوچیں کہ بادل حجر نامی مقام سے اس وقت گذر رہا ہے جب صحابہ کرامؓ تبوک کے سفر میں ہیں اور پانی کی کمی سے دوچار مشکلات میں مبتلا ہیں۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیاس کی حالت میں پانی نہ ملنے کی شکایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اسی وقت بادل کا ایک ٹکڑا بھیج دیا وہ برسا اور اتنا پانی گرا کہ تمام حضرات آسودہ ہوگئے، پانی کی ضرورت پوری ہوگئی اس معجزۂ نبوی سے ان کا ایمان ویقین بڑھ گیا، سوائے ایک منافق کے کہ وہ کہتا ہے اس میں معجزہ کی کیا بات ہے ایک گذرتا ہوا بادل تھا برس پڑا۔ اس طرح صحابہ کرامؓ یہ سمجھنے لگے کہ نفاق کیا ہے اور منافقین کیا چاہتے ہیں (اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے، راستہ میں ایک جگہ آپ کی اونٹنی گم ہوگئی اس پر زید بن لصیتؓ نامی منافق نے کہا، کیا محمد یہ نہیں کہتے کہ وہ نبی ہیں اور تم کو آسمان کی باتیں بتلاتے ہیں، جبکہ انھیں یہ بھی نہیں معلوم ہوسکتا کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منافق کی بات سے باخبر کیا گیا، تو آپؐ نے فرمایا: خدا شاہد ہے کہ میں وہی جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ مجھے بتاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے بتادیا کہ اونٹنی اس وادی میں فلاں گھاٹی میں ہے، ایک درخت کی جھاڑ سے اس کی نکیل الجھ گئی ہے اس نے اس کو روک رکھا ہے، تم جاکر اس کو لے آؤ۔ صحابہ کرامؓ گئے اور اونٹنی لے کر آئے، ایک صحابی اٹھے وہ عمارہ بن حزمؓ تھے، وہ زید بن لصیت منافق کے پاس گئے اس کی گردن پر مارتے ہوئے کہا کہ اے خدا کے دشمن تو ہمارے قافلے سے نکل جا ہمارے ساتھ نہ رہ۔

"فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ" کا یہ بھی ایک مطلب ہے، اسی غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ضرار کو گرانے کا حکم دیا تھا، اس مسجد کے سلسلہ میں یہ قرآنی آیت نازل ہوئی تھی: "وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ" (اور ان میں ایسے بھی ہیں) جنھوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہونچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ سے

باقی ص ۳۰ پر

اس شمارے میں

١۔	درس حدیث	ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی	٢
٢۔	تمنائے خلود (اداریہ)	ع ـ ع ـ ن	٥
٣۔	اے اپنے مقدر کے ستارے.....	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	٦
٤۔	ملی اتحاد کی اہمیت	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	١١
٥۔	مشاعرہ جشن آزادی	پروفیسر محمد یونس نگرامی	١٣
٦۔	نگارشات	پروفیسر طلحہ رضوی برق	١٥
٧۔	اجودھیا کا المیہ	مادھو گوڈبولے	١٨
٨۔	چھ دن استنبول میں	پروفیسر محمد اجتبا ندوی	٢٠
٩۔	رپورٹ مذاکرہ علمی حیدرآباد	نذر الحفیظ ندوی	٢٣
١٠۔	شب برات کی فضیلت	محمد شاہد ندوی	٢٥
١١۔	سوال وجواب	محمد طارق ندوی	٢٧
١٢	عالمی خبریں	سعید اشرف ندوی	٢٨

شرائط ایجنسی

١۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
٢۔ فی کاپی ١٠/- روپے کے حساب سے زر ضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
٣۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

١۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر R.20/-
٢۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
٣۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH -(K.S.A.)

برطانیہ
Mr. M. AKRAM NADWI
O.c.I.S.
St. CROSS COLLEGE
Oxford OX1 3TU - U.K.

ساؤتھ افریقہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

قطر
Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

دبئی
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI -(U.A.E.)

پاکستان
Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A-50, Near Sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 Pakistan

امریکہ
Dr. A. M. Siddiqui Sb.
98- Conklin Ave
Woodmere
New York 11598 -(U.S.A.)

تمنائے خلود

اداریہ

ع ـ ع ـ ن

ہمیشہ زندہ رہنے کی تمنا، سب سے اونچے ہو جانے کی آرزو، اپنے آپ کو سب سے زیادہ پائیدار، مضبوط، وزنی اور قیمتی ثابت کرنے کی ہوس کبھی کبھی انسان کو منہ کے بل گرا دیتی ہے اور وہ جتنا اپنے آپ کو پائیدار دکھانا چاہتا ہے قدرت اس درجہ اس کو پست اور ذلیل کر کے دکھا دیتی ہے کہ خلود زیبا صرف ذات حق کو ہے، عاد وثمود اور قوم لوط کی داستانیں پرانی ہو چکیں مگر سنت الٰہی کا کرشمہ ہر زمانہ میں نظر آتا ہے۔

سابق شاہ ایران محمد رضا پہلوی نے اپنی تباہی اور ہلاکت سے صرف دو سال پہلے اپنی تاجپوشی کا جشن منایا تھا۔ تمام دنیا کے حکمراں جمع ہوئے تھے، ایک شہر آباد کیا گیا تھا جہاں اس جشن کی تقریبات منائی گئی تھیں، اس میں اربوں ڈالر کے محلات تعمیر ہوئے تھے، ایران میں نہیں بلکہ یورپ وامریکہ کے ماہرین انساب وتاریخ کی مدد سے ایک مربوط تاریخ دکھائی گئی تھی کہ ڈھائی ہزار برس پہلے کی سلطنت کیوان کا تسلسل باقی ہے اور محمد رضا پہلوی اس کے وارث ہیں اور ان کا شان حفظ شیر وشمس ہے یعنی شیر کی طرح مضبوط اور شمس (آفتاب) کی طرح روشن، دنیا کو روشن رکھنے والے۔ جس کے مقابلہ میں کسی کا چراغ نہیں جل سکتا، جل جلالہ وعز شانہ کے الفاظ زبان سے نہیں کہے گئے تھے مگر ہر قدم پر اس کا اظہار تھا، پھر کیا ہوا؟ اس جشن کی گونج ابھی باقی ہی تھی، کہ غیرت حق حرکت میں آگئی۔

"فَأَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ" (اللہ تعالیٰ نے ان کا در بنا بنایا، گھر جڑ بنیاد سے ڈھا دیا۔)

تاج کیانی اور آریا مہر دونوں پیروں سے روندے گئے اور۔

"فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ" (پھر اوپر سے ان پر چھت آپڑی اور ان پر عذاب اس طرح آیا کہ ان کو اس کا سان وگمان بھی نہ تھا۔)

کا منظر اس عہد کے انسانوں نے کھلی آنکھوں دیکھا، جہاں پناہ کو اس جہاں میں پناہ نہیں مل رہی تھی، ایران کی نئی حکومت نے پاسپورٹ بھی چھین لیا تھا اب کوئی ملک سر چھپانے کی جگہ دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ ان کے مشیر رائے دے رہے تھے کہ زمین نہیں تو فضا میں جہاں پناہ آریا مہر بسیرا لے لیں، ہوائی جہاز خود ایک محل ہے، اس کو ایندھن بھی فضا ہی میں پہونچایا جا سکتا ہے۔ اس کی نوبت نہیں آئی کیونکہ مرحوم انور السادات نے دو گز زمین دیدی۔

شاہ ایران کے علاوہ ایک اور حکمراں تھے ہیلا سلاسی، ایتھوپیا کے بادشاہ، یہ بھی ڈیڑھ ہزار برس پہلے کی مسیحی سلطنت کے وارث تھے۔ اپنی بیٹی کی شادی کی تو بیرس سے اتنا بڑا کیک بن کر آیا جو مجبوحٹ کے طول (ڈھائی سو قدم) کے برابر تھا، ٨ لاکھ ڈالر اس کی تیاری میں صرف ہوا، چارٹر طیاروں سے عدیس ابابا لایا گیا اس کے بالائی حصے میں ذرا شگاف پڑ گیا، اس کے لئے ماہرین کا نفکشنری بلائے گئے، مزید دو لاکھ ڈالر میں اس کی مرمت ہوئی۔ کہا گیا کہ مسیحیت کی تاریخ میں ہیلا سلاسی "امر" (خالد، ہمیشہ باقی رہنے والے) ہو گئے، مگر اس کے ٹھیک تیرہ ماہ بعد اسی عدیس ابابا کے افریقی باشندوں نے یہ بھی دیکھا کہ جیل خانہ کی چھوٹی سی گاڑی پر قصر شاہی سے نکال کر شہنشاہ عالی وقار کو باہر لایا گیا اور راستے میں نوجوان آوازے کس رہے تھے چور، چور۔ پھر اس کے بعد خلود کا دعویٰ کرنے والی شخصیت انزنجیر میں چھپ گئی۔ "فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ" (نہ ان پر آسمان رویا اور نہ زمین) ——— یہی سرزمین تو وہ ہے جہاں سے شاہی سواری گزرتی تھی اور دو رویہ جاں نثار قوم دست بستہ کھڑی رہتی تھی۔ صرف کھڑی ہی نہیں رہتی بلکہ باقاعدہ سجدہ ریز ہو جایا کرتی تھی۔

سنا ہے، خدا کرے غلط ہو۔ کہ ایک پٹرول کی دولت رکھنے والی ریاست میں کچھ اسی طرح کا ڈرامہ تیار ہو رہا ہے، شاید تمنائے خلود یا آرزوئے سرمدیت کروٹ لے رہی ہے۔ یہودی تاجر اور امریکہ وبرطانیہ کے مشیر جب کسی کو لوٹنے پر آمادہ ہوتے ہیں تو ہمارے مشرقی ممالک کے سکہ رام یا زرداری ان کے سامنے طفل مکتب نظر آتے ہیں۔ عالمی جشن کوئی سادہ لوح شاہ شطرنج منائیں گے اور پٹرول سے کمائی دولت، پٹرول خریدنے والے ملکوں کو واپس جائے گی۔ ملک کے عوام کے حصے میں "بخیر اور بلوا" آئے گا اور ہمارے آپ کے لئے "دور کا جلوہ" اور جب جلالتہ کی جزا سامنے آئے گی تو ہمارے حصے میں اغیار کے زہر میں بجھے ہوئے طنز یہ فقرے تضحیک اور طنز۔ لیک وہاں اونچے مناروں کی طرح بنیں گے اور مسلمانوں کے سر شرم سے یہاں جھکیں گے۔

لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا
(سورۃ الاعراف - ٨٥)

اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو۔

حضرات! میں نے آپ کے سامنے قرآن شریف کی ایک آیت پڑھی ہے، خدا کے پیغمبر شعیبؑ نے اپنی قوم سے کہا (اور حقیقت میں انھوں نے سارے پیغمبروں اور پیغام ربانی کی ترجمانی کی) دیکھو میری قوم کے لوگو! اللہ کی زمین میں اصلاح کے بعد خرابی اور فساد نہ پھیلاؤ، ان کے یہ الفاظ کتنے سادہ لیکن کتنے معنی خیز کتنے عمیق، اور درد میں ڈوبے ہوئے ہیں؟ عام طور پر کہا جاتا ہے، بھائیو! فساد نہ مچاؤ، انتشار انگیزی نہ کرو، بدنظمی نہ پھیلاؤ، لیکن حضرت شعیبؑ نے فرمایا: "وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا" جب خدا کی زمین، اس کے کسی ملک میں معاشرہ اور تمدن، اور حیات انسانی کی چول بٹھانے، اس کو اپنی جگہ پر لانے، انسانوں کا رشتہ اپنے مالک سے استوار کرنے، بنی نوع انسان کے درمیان تعلقات کو درست کرنے، دوسروں کے حقوق اور اپنے فرائض کو تسلیم اور قبول کرنے، انسانی جان و مال کا احترام اور خوش معاملگی کا درس دیا گیا ہو، اور اللہ کے بندوں نے بڑی تعداد میں، اور بعض اوقات پورے پورے ملک اور پوری پوری قوم نے کسی خطۂ ارضی میں اس کو قبول کر لیا ہو، تو خدارا اس کے بعد ان کوششوں پر پانی نہ پھیرو، اس نخل اصلاح کو خون پسینہ سے سینچا گیا، اس کی خاطر اپنے خاندانوں اور عزت و ناموس کی بازی لگا دی گئی، دنیا کے تمام مفادات سے آنکھیں بند کر لی گئیں، ایک ہی حقیقت کو یاد کیا گیا کہ زمین پر آدمیوں کو آدمیوں کی طرح اور خدا کے بندوں کی طرح رہنا سکھایا جائے، جس طرح کہ تسبیح کے دانوں کو تسبیح میں، یا ہار کے موتیوں کو ہار میں گوندھ دیا جاتا ہے، اسی طرح نسل انسانی کے افراد کو اخوت انسانی کے دھاگے میں گوندھ دیا گیا ہے "کلکم من آدم، و آدم من تراب" (اے انسانو! تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے) خدا کے لئے اس دھاگہ کو نہ توڑو، ورنہ یہ دانے بکھر جائیں گے، اور تاریخ کی شہادت ہے کہ یہ دانے جب اخوت انسانی کے اس رشتہ کو چھوڑتے ہیں، تو صرف بکھرتے ہی نہیں، بلکہ ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں، ان میں باہمی ایک ایسی سلبی کشش پیدا ہو جاتی ہے، جیسی مقناطیس کی ایجابی کشش، جس طرح موجیں موجوں سے ٹکراتی ہیں، نہنگ نہنگوں سے دست و گریباں ہوتے ہیں، اسی طرح یہ دانے بکھرنے کے بعد صرف یہ نہیں کہ مٹی میں مل جائیں، وہ جمع ہو کر، اور جس کو جتنا موقع ملتا ہے، اپنے قریب کے دانوں کو جمع کر کے دور کے دانوں سے آکر ٹکراتا ہے، میں نے ایک جگہ کہا تھا کہ وحشتیں وحشتوں ہی سے نہیں ٹکراتیں، وحدتیں بھی وحدتوں سے ٹکراتی ہیں، وہ وحدت جس کی اساس غلط ہے، وہ وحدت جو اخوت انسانی اور عبودیت ربانی پر قائم نہیں جو حقوق و فرائض کی صحیح تقسیم و توازن، خوف خدا، اور انسانی جان و مال کے احترام پر قائم نہیں، وہ وحدت خطرناک ہے، جو دانہ اپنی لڑی سے جدا ہوا، وہ اپنے حدود میں محدود نہیں رہتا، وہ ٹکرائیگا ضرور، پیغمبروں نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ تسبیح کے یہ دانے تسبیح کی لڑی میں پروئے رہیں، ٹوٹنے نہ پائیں، شیطان نے کوشش کی کہ یہ دانے بکھریں، حضرت شعیبؑ کے اس مقولہ میں بڑا درد، اور دل کی تڑپ نظر آتی ہے، خدا کے پیغمبروں نے صدیوں کے عمل میں انسان کو انسانیت کا سبق پڑھایا، اور انسان بن کر رہنا سکھایا، انھوں نے کہا کہ تمہاری یہ تعریف نہیں کہ مچھلیوں کی طرح پانی میں پیرو، چڑیوں کی طرح ہوا میں اڑو، شیر کی طرح ڈکارو، اور بھیڑیے کی طرح پھاڑو، تمہاری تعریف یہ ہے کہ خدا کے بندوں کی طرح خدا کی زمین پر چلو، زمین خدا کی، تم خدا کے، پھر سرکشی کہاں سے آئی؟ انھوں نے یہ نہیں فرمایا کہ "وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ صَلَاحِھَا" (زمین کے درست ہو جانے کے بعد اس میں بگاڑ نہ پیدا کرو) "اصلاح" لفظ متعدی ہے، اصلاح کے لئے ایک مصلح چاہئے، دعوت چاہئے، جد و جہد چاہئے، توفیق الٰہی چاہئے، اس لفظ میں یہ سب چیزیں آگئیں، نبوت کی تاریخ آگئی، جب خدا کے پیغمبروں، اور انسانیت کے چارہ سازوں نے اپنی مبارک کوششوں سے اس خطۂ ارضی کو جنت کا نمونہ بنا دیا، یہاں انسان، انسان پر جان دینے کے لئے تیار ہو گئے، رہزن پاسبان، اور درندے چوپان بن گئے، ایثار و قربانی کے ایسے نمونے دنیا کے سامنے آئے کہ اگر تاریخ کی معتبر شہادت، اور شہرت و تواتر نہ ہو تو ان کا یقین کرنا ممکن نہیں تھا، یہ خدا کی نگاہ میں بڑا جرم، اور خدا کے پیغمبروں اور مصلحین کی نگاہ میں بڑا ظلم ہے کہ کسی معاشرہ کو جس کے ہر فرد کی قسمت دوسرے فرد سے وابستہ ہے اپنے ذاتی مفاد اور کوتاہ نظری کی بنا پر زیر و زبر کر دیا جائے، اگر کوئی خرابی کسی معاشرہ (سوسائٹی) یا ملک میں پیدا ہو، اور آدمی سمجھے کہ ہماری بلا سے، ہمارا کیا بگڑتا ہے، فلاں محلہ میں، فلاں برادری میں، شہر کے فلاں حصہ میں، ملک کی ایک ریاست میں اگر آدمی آدمی کو مار رہا ہے، لوگوں کے گھر جلائے جا رہے ہیں، ہیتے دستا مسافر کو چھرا گھونپا جا رہا ہے تو کیا حرج ہے، ہمارے محدود حلقہ میں تو کوئی بات نہیں، اس صورت حال اور اس طرز فکر کا جو نتیجہ ہوگا، اس کی مثال مجھے اصلاحی ادب ہی میں نہیں، ادبیات انسانی میں بھی اس سے بہتر نہیں ملی، جو ایک صحیح حدیث نبویؐ میں دی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک کشتی پر مسافر سوار ہیں، اس میں دو طبقے ہیں، ایک بالائی، ایک زیریں، (یہ بھی اعجاز نبوی ہے، جہاں تک مجھے معلوم ہے، اس وقت کشتی رانی کے فن نے اتنی ترقی نہیں کی تھی کہ اس میں فرسٹ کلاس، اور ٹوک کلاس ہوں، اور اگر یہ ترقی ہو چکی تھی، تو کم سے کم جزیرۃ العرب جس میں دریا نہ ہونے کے برابر ہیں، اور حجاز کا خطہ اس سے اور بھی ناآشنا تھا) کچھ مسافر اوپر کے طبقہ میں ہیں، جن کو ہم (بالانشین) کہہ سکتے ہیں، کچھ حصۂ زیریں کے لوگ ہیں، جو عام طور پر غریب غربا ہوتے ہیں، میٹھے پانی کا انتظام اوپر کیا گیا ہے، اپر کلاس والوں کی رعایت بھی ذرا زیادہ کی جاتی ہے، نیچے والے مجبور ہیں کہ پانی لینے کے لئے اوپر جائیں، وہاں سے پانی لے کر آتے ہیں، پانی کی فطرت ہے کہ اچھلتا ہے، پھر کشتی خود ایک متحرک چیز ہے، ڈانواں ڈول ہوتی ہے، لوگوں کی ہزار احتیاطوں کے باوجود پانی چھلکتا ہے، پانی پہچانتا نہیں کہ یہ فلاں امیر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، یہ فلاں نواب صاحب کے کپڑے پھیلے ہوئے ہیں، ایک مرتبہ ہوا، دو مرتبہ ہوا، چار مرتبہ ہوا، آخر میں اپر کلاس کے ان مسافروں سے برداشت نہیں ہو سکا، اور انھوں نے کہا صاحب! یہ تماشہ ہم نہیں دیکھ سکتے، پانی یہ لے جائیں اور پریشان ہم ہوں؟ ہم پانی نہیں لے جانے دیں گے، اپنا انتظام کرو، نیچے والوں نے کہا کہ پانی کے بغیر تو گذارا نہیں، اب اگر ہم اوپر سے نہیں لا سکتے، تو ہم نیچے ہی سوراخ کر لیتے ہیں، بیٹھے ہی بیٹھے اپنے برتنوں میں پانی بھر لیا کریں گے، اب ہمیں منت کش غیر نہیں ہونا پڑے گا، اور کسی کی ناز برداری نہیں کرنی پڑے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ان بالانشینوں کی عقل پر پتھر نہیں پڑے ہیں، اور ان کی شامت نہیں آئی ہے تو وہ خوشامد کریں گے، ہاتھ پکڑیں گے اور کہیں گے کہ نہیں بھائی، تم اوپر ہی سے پانی لے جاؤ، لیکن خدا کے لئے غضب نہ کرو کہ نیچے سوراخ کر لو، اس لئے کہ کشتی ڈوبے گی تو پھر سب کو لے کر ڈوبے گی، نہ اپر کلاس والے بچیں گے نہ لوئر کلاس والے۔

ہم کو آپ کو سب کو بظاہر اسی ملک میں زندگی گذارنی ہے، لیکن یہ تمدن انسانی یا معاشرۂ انسانی کی کشتی ہے، اور ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں، اگر ہم نے خود غرضی سے کام لیا، اور اپنے اپنے گھر میں بیٹھے پانی کا انتظام سوچ لیا، تو پھر خیریت نہیں، وہ میٹھا پانی کیا ہے؟ یہ کہ ہماری غرض پوری ہو جائے، ہمارا کام نکل جائے، پھر ہمیں دوسرے سے مطلب نہیں، یہ کشتی میں سوراخ کرنے ہی کے مرادف ہے، آج ہمارے ملک کی کشتی میں کتنے سوراخ کئے جا رہے ہیں، ہر شخص اپنی محدود غرض کو دیکھتا ہے، اس نے دوسروں سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں، اور اس حقیقت کو بھلا دیا ہے، کہ اس کا اجتماعیت پر کیا اثر پڑتا ہے، آج ہندوستان ہی کا نہیں، ساری دنیا کا روگ یہی ہے۔

بیروت میں جو کچھ ہوا وہ اسی کوتاہ نظری کا نتیجہ تھا، اسرائیل نے سمجھا کہ موقع اچھا ہے، اس وقت ہمیں اپنا کام نکال لینا چاہئے، اس سے بحث نہیں کہ اپنے مطلب براری کی اس قربان گاہ پر کتنے آدمی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں، انسانیت کی کیا گت بنتی ہے وہاں کے مارونی فرقے کی تنظیم (فلانجسٹ) نے یہ سمجھا کہ یہ وقت ہے، جب ایک بڑی طاقت کا سایہ ہم کو حاصل ہے، ہم اس کی چھتری کے نیچے ہیں، اس لئے ہمیں اپنا کام کر لینا چاہئے، یہ تو ایک بڑی مہیب، نامناسب اور بھدی شکل میں ہوا، اور ساری دنیا نے اس پر نفریں کی، لیکن اس سے کم درجہ کی شکل میں ہمارے ملک میں بھی یہی ہو رہا ہے کہ مختلف طبقے، مختلف برادریاں، ہندوستانی سماج کے مختلف حصے اپنے اغراض کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں، برادری والا برادری کے آدمی کو ترجیح دے گا، چاہے کتنا ہی نااہل ہو، اقربا پروری، اور برادر نوازی کا ہمارے معاشرہ میں دور دورہ ہے، خدا کے پیغمبروں نے دنیا کو امن کا سبق دیا تھا، دنیا کی قوموں اور قوموں کے افراد کو وحدت انسانی کی لڑی میں پرو دیا تھا، اگر آپ پیغمبروں کی تاریخ اور ایمان داری کے ساتھ سراغ لگائیں گے، اور کڑی سے کڑی ملائیں گے تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں اب بھی انسانیت کا جو بچا کھچا سرمایہ ہے، محبت و اخوت کی دلوں میں جو چاشنی ہے، امن و امان، اور خوف خدا کا انسانی زندگی پر جو پرتو ہے، انسانی جان و مال اور عزت و ناموس کی نگاہوں میں جو اہمیت اور قیمت رہ گئی ہے، وہ خدا کے پیغمبروں، پھر ان کے پیغام اور کام کو زندہ رکھنے والے اہل دل کی محنتوں کا نتیجہ اور کوشش کا ثمرہ ہے:-

"وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا" (آل عمران ١٠٣)

اللہ تعالیٰ کا اپنے اوپر احسان کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل ملا دیئے، تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے بالکل کنارے کھڑے تھے، اللہ نے تم کو

اس سے صاف صاف اور بال بال بچالیا۔

بیسویں صدی مسیحی میں انسانیت ہلاکت اور اجتماعی خودکشی کے عمیق و مہیب خندق کے کنارے پہونچ چکی تھی، اور چھلانگ لگانا ہی چاہتی تھی کہ خدا کا ایک بندہ (بنی امی روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوتا ہے، اور جیسا آپ نے خود ایک موقع پر فرمایا کہ "میری اور تمہاری مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی نے آگ روشن کی، اس پر پروانے دیوانہ وار ٹوٹنے لگے، اسی طرح تم آگ پر گرنا چاہتے ہو، اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر اس سے ہٹاتا ہوں"۔ آپ انسانی تاریخ دیکھیں بارہا ایسا ہوا ہے کہ انسان صرف ایک خونخوار جانور بن کر رہ گیا ہے، خدا کا کوئی پیغمبر آیا اور اس نے حیوان قاتل کو انسان کامل رہزن کو پاسبان، اور درندے کو گلے کا چوپان بنادیا، ابجد ناشناسوں، اور انسانیت سے ناآشناؤں کو معلم اخلاق واضع قانون، اور ہادی عالم بنادیا ؎

درفشانی نے تری قطرے کو دریا کر دیا
دل کو روشن کردیا آنکھوں کو بینا کر دیا
جو نہ تھے خود راہ پر غیروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

ہمارے ملک ہندوستان میں بھی محبت کا جو بچا کھچا سرمایہ پایا جاتا ہے، وہ انھیں صوفیائے کرام کی دین ہے جو محبت کا پیغام لے کر کے آئے تھے محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (جن کے خلیفہ حضرت خواجہ گیسو درازؒ آپ کے اسی علاقہ میں محو خواب ہیں) فرماتے ہیں کہ دیکھو اگر کسی نے ایک کانٹا رکھا، اور تم نے بھی کانٹا رکھ دیا تو کانٹے ہی کانٹے ہوجائیں گے، اور اگر اس نے کانٹا رکھا، اور تم نے پھول رکھا تو پھول رکھے جائیں گے، کانٹے کا علاج کانٹا نہیں ہے، کانٹے کا علاج پھول ہے، ایک مرتبہ فرمایا کہ لوگوں کا اصول تو یہ ہے کہ ٹیڑھے کے ساتھ ٹیڑھا اور سیدھے کے ساتھ سیدھا" بانغزاں غزی، بکوزاں کوزی" اور ہمارا اصول یہ ہے کہ سیدھے کے ساتھ سیدھا، اور ٹیڑھے کے ساتھ بھی سیدھا" بانغزاں نغزی، اور باکوزاں ہم نغزی" خواجہ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، اور ان سے بھی پہلے اس ملک میں آنے والوں میں حضرت سید ابوالحسن علی ہجویری سے لے کر اس سلسلے کے صحیح جانشینوں تک کے حالات جہاں تک دیکھیں گے، ہر جگہ محبت کا درس ملے گا، شکستہ دلوں، اور انسانیت سے مایوس جاں بلب انسانوں کی دل جوئی، دلنوازی، اور چارہ سازی انھوں نے یہ سبق پیغمبروں ہی کی تعلیمات اور سیرت سے سیکھا تھا، پھر ہر ملک میں جاکر سکھایا، اسی محبت سے انھوں نے دل فتح کئے اور ؎

جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ

وہ اپنی محبت سے گھائل نہیں کریان کے ساتھ نا انصافی ہے، گھائل تو کریں تیر کمان والے وہ قائل اور دل سے مائل کرلیتے تھے، اور پھر لوگ ان کو اپنے والدین خاندانی سرپرستوں، اور خونی رشتوں پر ترجیح دینے لگتے تھے، شیخ احمد کھٹو کا (جن کے نام پر احمد آباد شہر کا نام رکھا گیا) واقعہ دیکھئے کہ وہ ایام شیرخوارگی میں دہلی میں ایک طوفان اور تیز آندھی میں اپنی دائی سے چھوٹ کر کہیں سے کہیں پہونچ گئے تھے، پھر ان کو ایک قافلے نے جو وہاں سے گذر رہا تھا سلسلہ مغربیہ کے ایک شیخ کے پاس کھٹو گجرات پہونچا دیا تھا، اسی لئے مؤرخ ان کو "گنج باد آورد" کہتے ہیں، برسوں کے بعد جب وہ سن بلوغ کو پہونچ گئے تو ان کے گھر کے لوگ کسی طرح پتہ لگا کر کھٹو پہونچے، اور ان کے شیخ سے ملے شیخ نے کہا "نوجوان کو اختیار ہے، وہ چاہے یہاں رہے، چاہے اپنے گھر جائے، شیخ احمد نے گھر اور والدین پر، اور دہلی کی پُرآسائش زندگی پر یہاں کے فقر و فاقہ کو ترجیح دی، اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔

مسلمانوں کی ذمہ داری

اس وقت مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کھڑے ہوں، اور ملک کو تباہ ہونے سے بچالیں، یہ تنہا حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے، اس کے ساتھ بیسیوں الجھنیں، اور سیاسی مصلحتیں لگی ہوئی ہیں، قرآن کی روشنی میں یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ دین کے سچے داعیوں، انسانیت کے بہی خواہوں، اور ملک و معاشرہ کے مخلص معماروں کی محنتوں پر پانی نہ پھرنے دیجئے "وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا" کا پیغام دیتے رہئے، خدا کے یہاں آپ سے سوال ہوگا کہ تمہارے ہوتے ہوئے یہ ملک کیسے تباہ ہوا، تمہیں ایسا کردار اور نمونہ پیش کرنا چاہئے تھا کہ لوگ سمجھتے کہ پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا، عہدہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا، عزت ہی سب کچھ نہیں ہوتی، خدا کا خوف اصل چیز ہے، پھر محبت اور ہمدردیٔ خلائق، میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ یہ نمونہ دکھا کر محبوبیت کا مقام حاصل کرلیں گے، اور آپ کو اس ملک کی قیادت کا مقام تفویض ہوگا، ہم نے افراد کے محبوب بننے کے واقعات تو کتابوں میں بہت پڑھے ہیں، اور ہمیں یاد ہیں، لیکن ملتوں کے محبوب بننے کے واقعات سے ہم غافل ہیں، خدا نے اس ملت کو جب اس نے انسانیت کو بچانے اور چمکانے کے لئے اپنے ذاتی مفادات کی قربانی پیش کی اور حق و صداقت کا دامن مضبوط پکڑا، محبوب جہاں بنا دیا تھا، چین سے عرب کو پیغام گیا، وہ چین جو عرب سے اتنی دور ہے کہ اپنی دوری کے لئے عربی زبان میں ضرب المثل ہے "اطلبوا العلم ولو بالصين" سلطنت عباسیہ کے پاس انھوں نے لکھ بھیجا کہ یہاں کوئی ایسا آدمی نہیں، جس پر ہم پورے طور پر اطمینان کرسکیں، اور وہ مقدمات کا بے لاگ فیصلہ کرسکے، خدا کے لئے آپ وہاں سے کچھ آدمی بھیجئے جو فصل خصومات کا کام کریں، یہ

ملت کے محبوب ہونے کا مقام ہے، یہ اس وقت کا حال ہے جب ملت "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" پر ایمان رکھتی تھی، اس کا عقیدہ تھا کہ ہم اپنی کاربراری، خاندانی آسودگی، اور قومی خوشحالی اور برتری کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں، انسانیت کی فلاح اور خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، آپ نے سنا ہوگا کہ حضرت ابو عبیدہؓ کے کان میں جو اسلامی فوج حمص (شام) میں مقیم تھی، اور رومیوں کے مقابلہ میں صف آرا تھی، دربار خلافت سے حکم آیا کہ تمام اسلامی افواج یرموک کے محاذ پر جمع ہوجائیں، وہاں ایک فیصلہ کن جنگ ہونے والی ہے، حضرت ابو عبیدہؓ نے حکم دیا کہ افواج اسلامی یہاں سے منتقل ہوں، اور جو جزیہ (حفاظتی و انتظامی ٹیکس) شہر کے غیر مسلم آبادی سے وصول کیا گیا ہے، وہ واپس کر دیا جائے، خازن کو حکم دیا کہ ایک پیسہ رہنے نہ پائے، جب یہودیوں اور عیسائیوں کو ان سے وصول کی ہوئی رقم واپس کی گئی، تو انھوں نے دریافت کیا کہ ایسا کیوں کیا جارہا ہے؟ امیر افواج، اور امین الامت نے جواب دیا کہ یہ رقم اس بنیاد پر وصول کی گئی تھی کہ ہم آپ کی حفاظت کریں گے اب اس وقت ہم حفاظت کی پوزیشن میں نہیں ہیں، ہم اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے محاذ پر جارہے ہیں، معلوم نہیں پھر کب آنا نصیب ہو، اس لئے ہمیں اس کے رکھنے کا حق نہیں ہے، مؤرخین نے لکھا ہے کہ لوگ روتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ ہمیں سے پیسہ لیتے تھے، اور ہمارا ہی خون پیتے تھے، اور تمہارا معاملہ ہمارے ساتھ یہ ہے اس ملت کی محبوبیت کے آپ کتنے واقعات سنیں گے، آپ دیکھیں گے کہ جدھر سے مسلمان گذر جاتے تھے، وہاں کے لوگ آنکھیں بچھاتے تھے کہ یہ فرشتۂ رحمت آگئے، ان کی وجہ سے وبائیں دور ہوں گی مال اور فصل میں برکت ہوگی، ہمارے یہاں کے اختلافات ختم ہوں گے، خدا کی رحمت و برکت کا نزول ہوگا، اسی حقانیت، اخلاق و محبت، اور عدل و انصاف نے بربر جیسی ناقابل تسخیر قوم کو (جس کو رومن ایمپائر نے بھی ناقابل تسخیر سمجھ کر چھوڑ رکھا تھا) اسلام کا حلقہ بگوش اور عربی تہذیب و ثقافت، اور علوم و آداب کا ایسا عاشق و حامل بنادیا کہ فرانسیسی حکومت کی (جس نے ان کو جداگانہ قومیت، اور علاحدہ تہذیب کا سبق پڑھانے اور ان کی قدیم تہذیب و روایات و زبان کو زندہ کرنے کی زبردست ترغیب دی، اور مسلمان عربوں سے متنفر کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کردیا) سب تدبیریں اور کوششیں ناکام ہوئیں، اور برابر آج بھی خدا کے فضل سے اسلامی عربی تہذیب میں ڈھلے ہوئے ہیں، اور اس کی محبت و غیرت میں عربوں سے کم نہیں کچھ زیادہ ہی ہیں۔

حضرات! ابھی تک ہم نے ملت کے محبوب بننے کے مسئلہ پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا، اصل میں محبوب بنانے والی صفات ہیں، وہ صفات اگر فرد میں پیدا ہوں، تو ملت محبوب بن جائے، آج ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے اس کے سوا عزت و قیادت کا کوئی راستہ نہیں ؎

حکومت کا تو کیا شکوہ کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئین مسلّم سے کوئی چارہ

خلوص، قربانی، اور ایثار و خدمت کا جذبہ محبوبیت دلانے والی صفات ہیں، حکومتیں اس کے جلو میں چلتی ہیں، تمدن اور تہذیبیں اس کا رکاب تھامتی اور اس پر فخر کرتی ہیں، اگر یہ نہیں ہے تو نہ حکومت کا بھروسہ ہے، نہ عہدوں کا، نہ سیاسی دانشمندی اور جوڑ توڑ کا، آج ضرورت ہے کہ ہمارے مسلمان نوجوان یہ ثابت کریں کہ ہم میں زیادہ صلاحیت کار (EFFICIENCY) ہم میں زیادہ احساس ذمہ داری، ہم میں زیادہ فرض شناسی، اور ایمانداری ہے، ہم کو اگر لاکھوں روپے کی رشوت دی جائے، اور ہم کو روپے کی سخت ضرورت ہو، تو ہم اس کو ہاتھ لگانا بھی حرام سمجھیں گے، بلکہ رشوت پیش کرنے والے سے کہیں گے کہ تم نے میری اور میری ملت کی توہین کی تمہیں یہ خیال کیسے آیا کہ کوئی مسلمان رشوت لے سکتا ہے؟ تمہارا چہرہ یہ بتائے کہ جیسے تمہیں کسی نے گالی دے دی، مسلمان زندگی کے جس محاذ پر بھی ہو، وہ کردار کا ایک نمونہ ثابت ہو، وہ اپنے عمل سے ثابت کردے کہ اس کو کوئی فرد یا پارٹی، بلکہ حکومت بھی خرید نہیں سکتی، ملت کا مستقل مسئلہ کردار ہی سے حل ہوگا، مسلمانوں کے ایک باعزت ملت کی حیثیت سے رہنے کا یہی واحد راستہ ہے، قرآن کہتا ہے:۔

"إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ" (سورۂ رعد-۱۱)

خدا اس (نعمت) کو جو کسی قوم کو (حاصل ہے) نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو نہ بدلے۔

ہمارا اقتدار ہماری غلطیوں سے گیا، ہم نے اپنا استحقاق اور اعتماد اپنی غلطیوں سے کھویا، ہم اس کو پھر اپنی ہی صلاحیتوں سے حاصل کرسکتے ہیں، اس میں دنیا کی کوئی قوم مدد نہیں کرسکتی، لبنان و فلسطین کے عربوں نے دھوکا کھایا، کسی نے روس پر اعتماد کیا، کسی نے امریکہ پر، لیکن خدا نے صاف کہہ دیا ہے کہ شیطان وقت پر دغا دیتا ہے "وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا" بیروت اور آس پاس کے عرب منہ دیکھتے رہ گئے، اور کوئی کام نہ آیا، ان کو خدا پر، اپنی دینی تعلیمات پر، اپنی صلاحیت و نافعیت پر، اپنی دعوت، اور اپنے حسن عمل پر بھروسہ کرنا چاہئے تھا، اور اسی سے حالات کا مقابلہ کرنا چاہئے تھا، یہ کہنا کہ ہماری قسمت فلاں سے وابستہ ہے، صحیح نہیں، مسلمانوں کا خدا کے سوا کوئی ناصر اور حامی نہیں، اس

کے بعد اگر کوئی چیز مدد کرسکتی ہے تو اپنی صلاحیت اپنا امتیاز، اپنی افادیت، آپ یہ ثابت کریں کہ آپ ملک کی ضرورت ہیں، ملک آپ کے بغیر صحیح طریقہ پر چل نہیں سکتا، اور اس کی کشتی سیاسی، جماعتی، اور انفرادی اغراض کے طوفانوں سے جو دولت پرستی، طاقت پرستی، تنگ نظری، اور خدا ناشناسی نے پیدا کر دیئے ہیں، بچ کر کنارے نہیں لگ سکتی، اور اپنی منزل پر نہیں پہونچ سکتی۔

آپ حضرات میں اب بھی ان لوگوں کی بڑی تعداد ہوگی، جنھوں نے سلطنت آصفیہ کا پرانا دور دیکھا ہے، ان کو رہ رہ کر اس دور کی یاد ستاتی ہوگی، میں کہتا ہوں، اب اس کو یاد کر کے افسوس کرنے کی ضرورت نہیں، اب ایک نئی زندگی کا آغاز اور ایک نئے دور کا افتتاح کیجئے ؎

سبق پھر پڑھ شجاعت کا صداقت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

دنیا خیرات کی امامت کے بغیر صحیح طریقہ پر چل ہی نہیں سکتی، پوری تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے، اور حیوانی ہوس رانی، اور طاقت و دولت کے زور پر حکمرانی کو چلنا نہیں کہتے، کیا امریکہ چل رہا ہے؟ کیا روس چل رہا ہے؟ جس کے دور اقتدار میں، اور جس کی حمایت و حفاظت میں اتنا بڑا اندھیر ہوا، جیسا بیروت میں ہوا، خدا اس سے خوش ہو سکتا ہے؟ اور اس کو زندگی اور اقتدار کی مہلت زیادہ دن دے سکتا ہے؟ ؏

عذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

ان دونوں کو اپنے اعمال کا خدا کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا، انھوں نے انسانی قوموں کو بالکل جنگل کا شکار سمجھ لیا ہے، ان کے لئے بھی ایک یوم الحساب ہوگا، اور وہ کچھ دور نہیں، جو چیز اپنی افادیت کھو چکی ہے، اس کے لئے بقا نہیں ہے، یورپ تو بقائے اصلح کے نظریہ تک (SURVIVAL OF THE FITTEST) پہونچا ہے، لیکن قرآن بقائے انفع کو کہتا ہے، صرف صالحیت ہی کافی نہیں، نافعیت بھی ضروری ہے:-

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ج وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ط كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۞

(الرعد - ۱۷)

سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے، اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہونچاتا ہے، وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے، اس طرح خدا مثالیں بیان فرماتا ہے (تاکہ) تم سمجھو۔

کسی قوم کا اخلاقی زوال پہلے شروع ہوتا ہے سیاسی زوال بعد میں

تاریخ بتاتی ہے کہ کسی قوم کا اخلاقی زوال پہلے شروع ہوتا ہے، سیاسی زوال بعد میں آتا ہے، یونان، روم الکبریٰ، سلطنت ساسانیہ، قدیم ہندوستان اور اسلامی سلطنتوں کی تاریخ اسی کی شہادت دیتی ہے، ہمارے ملک کے ذمہ داروں، سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں، دانش گاہوں کے سربراہوں، ملک کے ارباب حل وعقد اور دانشوروں کو پوری حقیقت پسندی، وسیع النظری سے ملک کے حالات کا جائزہ لینا چاہئے، اور اس مہیب اخلاقی زوال سے لرزہ براندام ہو جانا چاہئے، جس نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے، اور جس سے یہ بات روز روشن کی طرح نمایاں ہو گئی ہے کہ اس ملک میں صرف پیسہ، عہدہ، ذات، برادری اور سیاسی مقاصد کی تکمیل ہی حقیقت ہے، باقی صرف فلسفے اور مذہبی لوگوں کی سادہ لوحی، اور واعظوں کی لفاظی ہے، پھر اس سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ اتنے لمبے چوڑے ملک میں راس کماری سے لے کر سری نگر تک یہ آواز بلند کرنے والا کوئی نہیں، یہ کہنے والا کہ اخلاق درست کرو، انسانیت کا سبق پڑھو، ملک کو بچاؤ، کوئی نہیں، یہ کہنے والے ہزار ہیں کہ ہماری پارٹی میں آؤ، فلاں کی قیادت تسلیم کرو، اس کا شکوہ نہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے، غلط ہو رہا ہے، سب کا مطالبہ یہ ہے کہ جو کچھ غلط صحیح ہوتا ہے ہمارے جھنڈے کے نیچے اور ہمارے زیر اقتدار ہو، دل کا یہ درد، دیوار کا یہ نوشتہ، افق پر چمکنے والے اقبال و زوال کے ستارے میں نے آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں، اب آپ کا خاص طور پر نوجوانوں کا کام ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں، خود بچیں اور ملک کو بچائیں، خود فائدہ اٹھائیں اور ملت کو فائدہ پہونچائیں ؎

لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

وما علینا الا البلاغ

(ماخوذ از :- تحفۂ دکن)

بمبئی میں
اعلیٰ معیاری مٹھائی ۔ بیکری مصنوعات
خصوصی مصنوعات
زعفرانی فروٹ، انجیر برفی، افلاطون، پائنا پل برفی، مینگو ن. بادامی حلوہ، کاجو قتلی، کاجو رول، گلاب جامن
شیرینی دنیا کا تاج
تاج کی مٹھائیاں
کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۴۰ ، کرناٹک روڈ بمقابل کرافٹ مارکیٹ بمبئی۔ ۴۰۰۰۰۳
فون نمبر: ۳۴۲۱۵۷۸

تعمیر حیات
اپنی نئی نسلوں کو عالمی حالات سے باخبر رکھنے کیلئے تعمیر حیات کے مطالعہ کی ترغیب دیجئے

ملی اتحاد کی اہمیت

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ترجمہ: محمد شعیب

مسلمانوں کو دوسری قوموں پر بجا طور پر فخر کا حق ہے کہ ان میں باہمی تعلق وہمدردی، آپسی ربط و اخوت، وحدت کا رجحان ملی اتحاد کا جذبہ دوسروں سے زیادہ اور قوی ہے لیکن، معیاری سطح سے وہ دور اور وحدت اتفاق کے فریضہ کی مکمل پابندی میں بہت کوتاہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جس اخوت و بھائی چارگی اور آپسی محبت و ہمدردی کا جو حکم دیا ہے اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ پورا مسلم معاشرہ اس طرح متحد و متفق ہو جائے کہ اس میں اختلاف و انتشار کا نشان بھی باقی نہ رہے۔ یہاں تک کہ اگر مشرق و مغرب کے کسی بھی حصہ پر کوئی ناگہانی واقعہ یا حادثہ رونما ہو تو اس کی آہ و کراہ عالم اسلام کے دوسرے کونے میں بآسانی سنی جاسکے جس سے نہ صرف یہ کہ ان کا قلب و جگر اور احساس و شعور متأثر ہو بلکہ وہ اس سے اپنی پوری دلچسپی و توجہ کا اظہار کریں تب ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک کے صحیح مصداق قرار پائیں گے کہ "ایک مومن دوسرے مومن کے لئے اس طرح ہے جیسے کوئی مضبوط عمارت ہو کہ اس کے حصے باہم ایک دوسرے سے جڑے ہوئے مضبوط وحدت ہیں" اور یہ کہ "وہ ایک جسم انسانی کی طرح ہیں کہ اس کے کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو جسم کے سارے اعضاء اس کے احساس تکلیف میں بخار اور .... بے خوابی میں شریک ہوتے ہیں،

لیکن افسوس کہ اس وقت مسلمان اس سلسلہ میں سخت کوتاہی کا شکار ہو رہے ہیں، ماضی میں بھی ان سے اس سلسلہ میں کوتاہی ہوئی تھی، اگر ماضی میں ان سے اس طرح کی کوتاہی سرزد نہ ہوئی ہوتی تو اندلس سے ان کی جلاوطنی کا وہ اندوہناک حادثہ پیش نہ آتا جو ان کی شاندار اور پرعظمت تاریخ رہنے اور یورپ میں ان کے رعب و دبدبہ قائم ہونے اور صدیوں باقی رہنے کے باوجود پیش آیا۔

حکومت اندلس کے آخری ایام میں مسلم معاشرہ جس زوال ــــ کا شکار ہوا۔ آج متعدد ممالک میں مسلمانوں کی صورت حال اُس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے، ان پر چاروں طرف سے دشمنانِ اسلام کی یلغار ہے وہ ان کی اسلامی شان و شوکت کا خاتمہ کرنے اور ان کے اسلامی تشخصات و امتیازات کو مٹانے کے درپے ہیں۔ جس سے ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنی تہذیب و تمدن، کلچر و ثقافت، حتیٰ کہ اپنے افکار و نظریات تک سے دستبردار ہو جائیں اور اپنا وطن چھوڑ کر کہیں اور جا بسیں، یا پھر ظلم و تشدد کا نشانہ بن کر اور مخالفانہ کارروائیوں اور جبر و زیادتی کے اثر سے اپنا تشخص کھو دیں اور ان کا وجود بحیثیت ایک ملت کے ختم ہو جائے۔

دشمنان اسلام اس ناپاک مقصد کی تکمیل کے لئے مدتوں سے کوشاں ہیں لیکن اسلام کا (جو اللہ تعالیٰ کا دائمی اور ابدی دین ہے) یہ ایک معجزہ ہے کہ اسلامی روح اور جذبہ ایمانی مسلمانوں کے دلوں میں برابر جاگزیں رہا ہے اس نے ان کو کسی بھی ظلم و تشدد کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنے دیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کی امید میں ان روح فرسا مظالم کے آگے صبر و استقامت کا انھوں نے بڑا ثبوت دیا اور جیسے ہی ظلم و تشدد کے شعلے ٹھنڈے پڑے فوراً ہی ان میں روح ایمانی کی خوابیدہ چنگاری بھڑک اٹھی، چنانچہ سوویت ممالک میں مسلم جمہوریائیں اس کا بین ثبوت ہیں کہ وہاں کے مسلمان اپنے مذہب کے حقیقی وفادار اور اسلام کے سچے مخلص بنے رہے اور نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام و اوامر اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل پیرا رہے بلکہ خفیہ طور سے اس امانت کو اپنے سینوں سے لگائے رہے۔ اس پر مزید یہ کہ چیچنیائی اور بوسنیائی مسلمانوں نے بھی پوری جوانمردی اور شجاعت اور بہادری کا ثبوت دیا اور اپنے دشمنوں کے سامنے ڈٹے رہے اگر برادرانِ اسلام نے ان کا تعاون کیا ہوتا اور ان کے دکھ درد کو محسوس کرنے میں ان کے برابر کے شریک رہے ہوتے اور حتیٰ المقدور ان کے استحکام کی کوشش کرتے رہتے تو اس سے نہ صرف یہ کہ ان کی طاقت و ہمت اور ثابت قدمی و اولوالعزمی میں اضافہ ہوتا اس طرح وہ جن خطرات میں گھرے ہوئے ہیں ان کا وہ پوری جوانمردی و جانبازی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہیں گے۔ اور اپنے اس عظیم کردار سے اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک مضبوط اور آہنی قلعہ ثابت ہوں گے۔

بلاشبہ مسلمانوں نے ایک حد تک اس ذمہ داری کو نبھایا اور دنیا بھر میں پھیلی ہوئی مسلم برادریوں نے اتحاد و اتفاق کا ایسا مظاہرہ کیا جس سے مسلمانوں کے مسائل و مشکلات کو حل کرنے میں خاصی مدد ملی اور

اور اس کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوئے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ فلسطینی و افغانی، صومالی، فلپائنی مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق ہی کے نتیجہ میں ان میں مصائب و مشکلات کا مقابلہ کرنے اور سختیاں برداشت کرنے کی جرأت و ہمت پیدا ہوئی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے استحکام و ثابت قدمی کی راہ میں عربوں نے ایک بے نظیر کارنامہ اور قابل قدر و لائق تعریف خدمات انجام دی ہیں اور انھیں کے دم قدم سے بہت سے مظلوم و مقہور اور اپنے حقوق سے محروم طبقوں کو دشمنوں کے زبردست حملوں کے باوجود اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنا اسلامی تشخص و امتیاز برقرار رکھنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔

انھیں تمام کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اس وقت تمام مسلم طبقوں میں اور خصوصاً تعلیم یافتہ حلقوں میں اسلامی بیداری کی ایک لہر دوڑنا شروع ہو گئی جس کی وجہ سے وہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اپنے لئے حرز جاں تصور کرنے لگے ہیں، اور اس سے رشد و ہدایت کی روشنی اسی طرح حاصل کرنے لگے ہیں جس طرح ان دینی پیشواؤں اور مسلم مفکرین و مصلحین سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں جو اسلامی جذبات و احساسات کو بیدار کرنے اور دینی و روحانی غذا فراہم کرنے کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مغرب اپنے اسلام دشمن و کینہ پرور شاگردوں کے ذریعہ اسلامی وقار کو مجروح کرنے کے لئے جو کوشش کر رہا ہے اس کے نتیجہ میں تعلیم یافتہ نوجوانوں میں ایک پر اثر رد عمل کا اظہار ہو رہا ہے، فرزندان اسلام کا یہ ایسی تعاون ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی و حسن سلوک یقیناً اسلامی بیداری کے لئے مزید تقویت کا باعث ہوگا اور ان کا یہ ربط و تعلق اور باہمی نصرت و امداد کا دائرہ جتنا وسیع و مضبوط تر ہوگا۔ اتنے ہی بہتر اور خوشگوار ثمرات و نتائج پورے عالم اسلام پر مرتب ہوں گے۔

یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ آج مسلمان سامراجی ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ان دشمنوں کا اصل مقصد مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنا نہیں بلکہ مذہب اسلام اور اسلامی تشخصات و امتیازات کو مٹانا ہے یہی عصر حاضر کا سب سے بڑا خطرہ اور چیلنج ہے جس کا مقابلہ کرنا وقت کا سب سے اہم اور اولین فریضہ ہے، اس فریضہ کو انجام دینے کے دو ہی طریقے ہیں، پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ دشمنوں کے ذہنی و فکری غلبہ و تسلط کا مقابلہ مادی وسائل و ذرائع سے کیا جائے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی اساسی و بنیادی تعلیمات کو اس طرح جاگزیں کیا جائے کہ ان میں اسلام کی عطا کردہ تہذیب و تمدن، افکار و نظریات پر فخر کرنے کا جذبہ اس حد تک کارفرما ہو جائے کہ مسلم تعلیم یافتہ طبقہ دشمنان اسلام کی طرف سے ہونے والے ذہنی و فکری حملوں کو روکنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے انھیں ٹھوس اور مضبوط بنیادوں پر محاذ آرا ہو۔

ایک لمحہ کے لئے بھی ہمیں یہ حقیقت فراموش نہ کرنا چاہئے کہ دشمنان اسلام اور شر پسند طاقتوں کی تعداد مسلم طاقتوں سے کہیں زیادہ ہے لہٰذا اب اگر مسلمانوں نے حکمت عملی اور سمجھوتے کے ساتھ اپنی کوششوں کو آگے نہ بڑھایا تو جن خطرات میں گھرے ہوئے ہیں اس سے چھٹکارا نہ حاصل کرسکیں گے۔

نعت

لب پہ صلِّ علیٰ کا نغمہ ہے

مجیب بستوی۔

دل میں درد آپؐ کا چھپائے ہیں
آپؐ کے پاک در پہ آئے ہیں
آپؐ کے عشق میں فنا ہو کر
بزم کون و مکاں پہ چھائے ہیں
فرقتِ شاہ انبیاء، تیرے
بربطِ دل پہ گیت گائے ہیں
لب پہ صلِّ علیٰ کا نغمہ ہے
دل میں شمعِ وفا جلائے ہیں
قابل قدر ہیں وہ دیوانے
ان کا روضہ جو دیکھ آئے ہیں
آپؐ کے ہجر میں خدا کی قسم
اشک آنکھوں میں جگمگائے ہیں
ان کے روضہ کی جالیوں میں مجیب
ان کی تربت کو دیکھ آئے ہیں

نئے پرانے دردوں، زخموں، گلٹی، فالج
دردسر اور دانتوں وغیرہ کی بیماریوں کے
لئے ۶۵ سالہ پرانی عجیب و غریب یونانی دوا
دل آرام تیل رجسٹرڈ ۹۸ء
تیار کردہ حکیم قاسم حسین لکھنؤ
اسٹاکسٹ:۔ ہارون جنرل اسٹور چکن منڈی لکھنؤ۔
نوٹ:۔ جانڈس، دھات، لکوریا، شوگر سے بلد شفایابی
کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔ فون: 213629

خطبۂ استقبالیہ

مشاعرۂ جشن آزادی

پروفیسر محمد یونس نگرامی ندوی۔

مشاعرۂ جشن آزادی مورخہ ۱۶ر اگست ۱۹۹۶ء کے موقع پر پروفیسر محمد یونس نگرامی چیرمین اتر پردیش اردو اکادمی نے یہ خطبۂ استقبالیہ پڑھا تھا اس کی افادیت کے پیش نظر تلخیص کے ساتھ ہم ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

عزت مآب جناب رومیش بھنڈاری جی گورنر اتر پردیش!

معزز خواتین و حضرات!

سوسائٹی یا سماج میں شاعر و ادیب سب سے زیادہ حساس اور قوت ادراک کا مالک ہوتا ہے جو اپنی قوت مشاہدہ، باریک بینی اور انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور جذبات پر اپنی گرفت کی وجہ سے سماج کا سب سے بڑا اور حقیقی شارح اور ترجمان ہوتا ہے۔

دنیا کی تاریخ میں جتنے بھی انقلابات رونما ہوئے ہیں ان کے پیچھے شاعروں، ادیبوں، قلم کاروں کی فکر مندی، دل سوزی، دنوں کی تپش اور راتوں کا گداز ہی کارفرما رہا ہے جنھوں نے اپنے دلوں کے سوز عشق کی حرارت و گرمی سے تاریخ کے دھاروں کو موڑ دیا ہے۔

ہندوستان میں بھی ہم نے جو سیاسی آزادی حاصل کی ہے اس میں بھی ہندوستان کے ادبار، شعراء کا بڑا حصہ رہا ہے یہ فن کار کا کمال اس کے جذبہ کی حدت و جولانیٔ فکر ہے جس پر بڑی سے بڑی جابر و قاہر حکومتیں پابندی نہیں لگا سکتی ہیں، برطانوی سامراج کے لپکتے ہوئے شعلوں میں گھرے ہونے کے باوجود ظالم حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر رام پرشاد بسمل نے کہا تھا ؎

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

حضرات!

جنگ آزادی کی چنگاری کو شعلہ بنا دینے کا جو کارنامہ اردو شعراء نے انجام دیا تھا وہ دنیا کے انقلابی ادبیات کا روشن باب بن چکا ہے۔ اس کے قلم کی ایک ایک بوند شہیدان وطن کے خون کی سرخی کے ہم پلہ و مساوی ہے۔

آنند نرائن ملا نے صحیح کہا ہے ؎

خونِ شہید سے بھی ہے قیمت میں کچھ سوا
فن کار کے قلم کی سیاہی کی ایک بوند

یہ زبان و ادب کی تاثیر ہی تھی کہ جاں نثارانِ وطن انقلاب زندہ باد کا نعرہ لگاتے ہوئے سولی کے پھندوں کو دیوانہ وار چوم لیا کرتے تھے۔

حضرات!

ہم کو سیاسی آزادی یقیناً حاصل ہو چکی ہے۔ لیکن ہم غلامی کی بہت سی بیڑیوں کو نہیں کاٹ سکے ہیں ہم آج بھی غلام ہیں از کار رفتہ رسم و رواج کے غلام ہیں، ذات پات کے آہنی نظام کے غلام ہیں، لسانی و علاقائی عصبیت کے اور سب سے بڑھ کر غلام ہیں اپنے نفس کے جس کو ہم فتح نہیں کر سکے ہم ایک غلامی سے آزاد ہو کر ہزاروں غلامیوں میں گرفتار ہیں۔

بیواؤں کی آہ و بکا، معصوم یتیموں کی ڈبڈبائی آنکھیں، بوڑھے والدین کی سرد آہیں، بے گور و کفن لاشیں، گھروں اور دوکانوں سے اٹھتا ہوا دھواں، جلتی ہوئی ٹریاں، جہاں آج ہر چالیس منٹ پر آبرو ریزی کا واقعہ پیش آتا ہے، ہر چالیس منٹ پر ایک قتل یا اغوا ہو جاتا ہے، ہر روز کم از کم ستر خواتین کم جہیز لانے پر جلا کر مار ڈالی جاتی ہیں دولت کی حرص کا یہ عالم ہے کہ ہوائی جہاز یا ٹرین کے حادثہ پر زخمیوں کو طبی امداد پہونچانے کے بجائے زیور اور قیمتی سامان حاصل کرنے کے لیے ہلاک کر دیا جاتا ہے اور ہاتھ کاٹ ڈالے جاتے ہیں، خواتین کو برہنہ کر کے سڑکوں پر پریڈ کرائی جاتی ہے، باپ بیٹی، بھائی بہن، بیٹے اور ماں کے مقدس ترین و پاکیزہ رشتوں کو ہوس کی بھٹی میں جلایا جا رہا ہے۔ جس سے شیطان بھی شرمندہ ہو کر گھبرا اٹھا ہے، یہاں پنچایتیں اجتماعی عصمت دری کا فیصلہ صادر کر کے اس پر عمل بھی کرواتی ہیں، اور طاقت کے نشہ میں قانون، عدالت انصاف و دستور کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں یہ کیسا اندھیرا ہے جو چھا رہا ہے یہ کیسی تاریکی ہے جس نے آزادی کی روشنی کو ڈھانپ لیا ہے جبکہ ہماری تاریخ، روایات تہذیب و ثقافت کا طاقتور ورثہ موجودہ حالات کے خلاف گواہی دے رہا ہے ہمارا ورثہ تو یہ تھا کہ مجھے سوئی دو میں جوڑتا ہوں کاٹتا نہیں، یہ جواب تھا خواجہ فریدالدین گنج شکر کا جو انھوں نے کسی شخص کے قینچی کا تحفہ دینے پر کہا تھا، شیواجی نے ایک مسلمان

عورت کی توہین کرنے پر اپنے کمانڈر سے کہا تھا کہ تم نے صرف اپنے مذہب کی توہین کی ہے بلکہ اپنے جارج کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگا دیا ہے دارا شکوہ کو شاہ محب اللہ الہ آبادی نے لکھا تھا انصاف وحق پسندی کا تقاضہ ہے کہ سب ہی انسانوں کی بہبودی حاکموں کا نصب العین ہے عوام ان کے ظلم وستم سے محفوظ رہیں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ فرمایا کرتے تھے اللہ کی بہترین عبادت بے سہارا اور کمزور لوگوں کی فریاد رسی ہے۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کا کہنا تھا کہ دلوں کو راحت پہونچانا ہی بہترین عبادت ہے۔

حضرات!

ہندوستان صوفی، سنتوں اور رشیوں کی سرزمین ہے یہاں کی فضاؤں میں اگر گیتا کے اشلوکوں کی خوشبو ہے تو دوسری طرف کبیر، تلسی، رحیم رسکھان کے محبت بھرے نغمے گونج رہے ہیں یہاں اگر گنگا جمنا اور سرسوتی کا سنگم ہے تو آکاش میں صدائے ناقوس، اذان کی پاکیزہ آواز اور گردواروں کی گربانی پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

حضرات!

ہمارے شعراء وادباء وقلم کاروں کا سفر ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ ان کو شمع کی مانند پگھل کر دوسروں کو روشنی دینا ہے۔ وہ انسانی ضمیر کے محافظ ونگہبان ہیں وہ اپنے فن وکتابات میں عصائے موسیٰ، ید بیضا، اور دم عیسیٰ سے کام لیتے ہیں دلوں کے دروازوں پر دستک دیتے اور فاتح زمانہ بن جاتے ہیں وہ دل کی پاکی، عمل کی قوت، سخاوت، عفت و پاکبازی، دیانت داری وامانت، شرم وحیا، عدل و انصاف، عفو ودرگذر، احسان، حلم وبردباری، تواضع وخاکساری، استقامت وحق گوئی اور انسانی برادری کے حقوق کا نقیب وعلم بردار ہوتے ہیں ۔

شل خورشید سحر فکر کی تابانی میں
شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کی رفیق

ان کی امیدیں قلیل ہیں مقاصد جلیل، بوقت تنگی خوددار وغیور اور بوقت فراغ حلیم وکریم، وہ حلقہ یاراں میں ریشم کی طرح نرم اور رزم حق وباطل میں فولاد کی طرح سخت، وہ ایسی شبنم ہے جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک پہونچتی ہے اور ایسا طوفان ہے جس سے دریاؤں کے دل دہل جائیں وہ بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی ہے وہ صداقت وسچائی کو اپنا کر حکومتوں کو ٹھکرا دیتا ہے وہ ایسی متاع ہے جس کی قیمت پوری کائنات بھی نہیں ہے۔ نہ ہی ان کے خیالات وافکار کو آہنی زنجیریں پہنائی جاسکتی ہیں اور نہ ہی حکومتوں کا جاہ وجلال اس کو خوفزدہ کرسکتا ہے

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا
جس سے دل دریا متلاطم نہیں ہوتا
اے قطرۂ نیساں وہ صدف کیا وہ گہر کیا
شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ باد سحر کیا
بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا۔

ٹور آفیسر کی ضرورت

ٹراویل اپ کو اپنی حج وعمرہ ڈویژن کیلئے اترپردیش وبہار کے ہر ضلع میں ٹور آفیسر کی پوسٹ کے لئے تعلیمی لیاقت عالم و فاضل کی ڈگری رکھنے والے احباب کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے انہیں پندرہ سو روپے ماہانہ اور دیگر اخراجات بھی دیے جائیں گے۔

مذکورہ عہدے کیلئے امیدوار کی تقرری ٹسٹ اور انٹرویو کی بنیاد پر کی جائے گی

درخواست مع مصدقہ اسناد ونقول وتین پاسپورٹ سائز فوٹو مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں۔

Travelup

Your 's Family Tour Operator & Travel Agent
E-1/1, Moti Jheel Colony, Aishbagh, Lucknow- 226 004 India
Phone : 91-522, 265662, 265767 Fax : 0522-266910

”نگارشات“ میری نظر میں

پروفیسر طلحہ رضوی برق

پروفیسر طلحہ رضوی برق صدر شعبۂ فارسی اردو، وی، کے، ایس، یونیورسٹی آرہ (بہار) اک فاضل اہل قلم اور دیدہ ور ادیب ہیں متعدد علمی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ہم ان کے قلمی تعاون کا استقبال کرتے ہیں۔

پروفیسر طلحہ برق نے جس شعر سے اپنا گرانقدر مقالہ شروع کیا ہے۔ اس نے بے اختیار ہو کر یہ شعر یاد دلا دیا۔

لذت سے نہیں خالی جانوں کو کھپا جانا
کب خضر ومسیحا نے مرنے کا مزہ جانا (ادارہ)

لذت سے نہیں خالی حرفوں میں سما جانا
کب خضر وسکندر نے لکھنے کا مزہ جانا

مشہور ہے ”STYLE IS THE MAN ITSELF“ کتنا سوچ سمجھ کر یہ فقرہ زبان زد ہوا ہوگا۔ اہل بصیرت اشعار کے آئینہ میں شاعر کی شخصیت جھلکتی دیکھتے ہیں، شاعری میں ہر شاعر کا STYLE الگ ہوتا ہے جسے اس کا رنگ کہتے ہیں۔ کون نہیں جانتا غالب کا رنگ مومن سے جدا ہے۔ اور اکبر الہ آبادی کا رنگ نظیر اکبر آبادی سے الگ۔ میر وآتش دونوں مضامین تصوف سے کھیلے ہیں مگر دہلی ولکھنؤ کا انداز جداگانہ رہا۔ درد کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

اسی طرح نثر میں بھی طرز نگارش اپنے مصنف کی شخصیت کا پتہ دیتی ہے فسانۂ عجائب پڑھ کے رجب علی بیگ سرور کے ذہن میں جھانکا جاسکتا ہے۔ باغ وبہار کے مطالعہ سے میر امن دہلوی کی سادہ شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

لکھنؤ ہو یا دہلی، حیدرآباد ہو یا عظیم آباد، علاقائی اثرات کارفرما ہوئے ہیں مگر ان میں سب سے جدا، بالکل الگ وہ تربیت ہوتی ہے جو تہذیب نفس سے عبارت ہے اور یہ دینی ہے صوفیانہ معاشرے اور دینی ماحول کی جو کسی شخصیت وکردار میں توازن واعتدال کا ضامن ہے

اسی طرح سفرنامے بھی اتنے مجلی آئینے ہوتے ہیں جن میں مسافر کا ظاہر وباطن صاف اور واضح نظر آتا ہے شاید ٹی۔ وی کے رنگین پردے بھی اس عمل سے قاصر ہیں مجھے بھی سفرناموں سے رغبت رہی ہے۔ شاہ اکبر دانا پوری کا ڈیڑھ سو برس پرانا سفرنامہ، سیر دہلی ہو یا ابن انشاء کے جدید سفرنامے۔ احتشام حسین کے ساحل اور سمندر نے بھی متاثر کیا۔ اور آج سے تیس سال قبل ایک مختصر سفرنامہ، چندن دیار غیر میں، پڑھ کر بھی بے حد مسرور ومکیف ہوا تھا ”چندن دیار غیر میں“ کے مصنف ہیں مولانا عبداللہ عباس ندوی“ یہ لفظ مولانا بھی کتنی تشریح وتعبیر کا متحمل ہے۔ اہل نظر خوب جانتے ہیں ”چندن دیار غیر میں“ کا ایک صفحہ دو صفحہ پڑھتا گیا۔ اور بیک نشست ارد گرد سے بے خبر پوری محویت کے ساتھ کتاب ختم کر ڈالی، تحریر کی سحر آفرینی اسلوب واداکی دل فریبی اور انداز نگارش کی رنگینی میں کھو کر رہ گیا۔ اس وقت سے میں مولانا عبداللہ عباس ندوی کا ذہنی طور پر اسیر ہوں

حسن زلف تو نہ تنہا دل ما شید اکرد
ہر کہ ایں سلسلہ را دید جنوں پیدا کرد

کچھ دنوں قبل ان کی دو بیش بہا تصانیف ”عربی میں نعتیہ کلام“ اور ”ردائے رحمت“ سے مستفید ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اور ابھی حال ہی میں موصوف کی ”نگارشات“ گرانقدر و گراں مایہ سے دیدۂ ودل روشن ہوئے۔ مجلس علمی نئی دہلی نے نگارشات شائع کر کے اردو کے نثری ادب میں ایک قابل قدر اور لائق ستائش اضافہ کیا ہے۔

نگارشات فاضل ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کے رشحات قلم کا وہ نادر مجموعہ ہے۔ جو بیک وقت کئی طرح کے علمی ذوق کی سیری کرتا ہے، موصوف نے جدید علوم میں انگلستان کی لیڈز یونیورسٹی سے ایم اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے، اردو تو خیر سے مادری زبان ہی ٹھہری۔ عربی وفارسی اور انگریزی میں بھی ماہرانہ دسترس رکھتے ہیں

ادارۂ نشریات شرقیہ سعودی ریڈیو میں وکیل (اسسٹنٹ ڈائرکٹر) کی خدمات رابطہ عالم اسلامی کے مدیرانہ تجربات ماہنامہ ’جرنل‘ مکہ مکرمہ اور ورلڈ کانگریس کی ادارت اور جامعۂ ام القریٰ، مکہ مکرمہ کے شعبۂ عربی میں استاذ زبان وادبیات عربی کی حیثیت سے فرائض کی کامیاب انجام دہی نے ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کی

ہر جہت شخصیت کو ایسی دلآویزی و دلربائی عطا کر دی ہے جو ان کے پرکار قلم سے چھن چھن کر صفحۂ قرطاس پر ان کی نگارشات کو دلکشی و رعنائی بخشتی ہے۔

آیئے ہم پیش نظر کتاب نگارشات کے آئینہ خانے میں ان کی ذہنی و فکری، دینی و ملی اور علمی و ادبی نورپاشیوں کا جائزہ لیں۔ نگارشات کا مقدمہ پروفیسر وصی احمد صدیقی نے لکھا ہے اور خوب لکھا ہے۔ میں ان کی سطریں مستعار لے کے زیب تبصرہ کرتا ہوں، پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں:

"اس کثرت میں عجب وحدت ہے
اور اس تنوع میں عجب یکسانیت قوس و
قزح کے مختلف رنگ ہیں اور ایسا لگتا ہے
کہ برسات کے موسم میں بادلوں کے پاس
سے رنگ و نور کی بارش ہو رہی ہے۔"

نگارشات کا ہنرمندانہ "پیش لفظ" بھی جو ڈاکٹر محسن عثمانی کی شاخ قلم کا ثمر شیریں ہے، قاری کے دل میں مطالعہ کا والہانہ شوق پیدا کر دیتا ہے۔

اس کتاب میں بلند پایہ علمی مضامین، بے مثال تحقیقی جائزے، دلپذیر اسلامی ادب پارے، منطقانہ بحث و تبصرہ، جذباتی و تاثراتی تحریریں اور نہایت پُرلطف ادبی اداریے ہیں اتنے مفید مفردات اور نفع بخش خواص جمع کر دیے گئے ہیں کہ اگر ہم نگارشات کو دل و دماغ کی اصلاح و تقویت کے لیے معجون عنبریں سے تشبیہ دیں تو غلط نہ ہوگا۔

"علمی و دینی مقالات" کے عنوان سے مضامین سبتہ ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سبھی نہایت عالمانہ، فاضلانہ اور فکر و شعور کی بصیرت افروز روشنی لیے ہوئے۔ "جب مانگنے کا ڈھنگ دینے والا بتائے" میں مولانا کی سادہ و شیریں زبان نکات قرآنیہ کے خوش رنگ پھول کھلاتی ہوئی اس کی خوشبوؤں سے مشام فہم و ادراک کو معطر کرتی جاتی ہے — عرصہ ہوا نیاز فتحپوری کی کسی تحریر میں یہ مصرعہ نظر سے گذرا تھا۔

دعا بصیغۂ امر است و امر بے ادبی ست

اور یہ مصرعہ ذہن سے چپک کر رہ گیا تھا مولانا عبداللہ عباس ندوی کے اس مضمون کو پڑھ کر بہت سی نئی تعبیرات کی نورانی لکیریں دل میں اتر گئیں اور" ایک خاص اسلوب دعا" کے تحت جب موصوف نے رَبِّ اِنِّی مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ پر روشنی ڈالی تو رنگ و نور کے اس جھماکے میں مصرعۂ مزبور تحلیل ہو کر رہ گیا۔

"شان عبدیت" موصوف کی قدرت ترجمہ پر دال ہے۔ ترجمے میں اصل کی شان پیدا کرنا بایں طور جیسے اصل مصنف ہی اردو زبان میں لکھ رہا ہو، بڑی بات ہے "اسریٰ و معراج" کا موضوع بڑا ادق ہے۔ موصوف نے قرن اولیٰ سے لے کر عصر حاضر تک کے تفسیری اختلاف کو مدنظر رکھتے ہوئے آخر میں جو استنباط فرمایا ہے اس کی حیثیت محاکمے کی ہے اور یقیناً اس میں استحکام ہے اور کیوں نہ ہو جب قرآن خود ناطق ہے۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی۔ ہاں! معراج النبی کے سلسلے میں مولانا اگر تفسیر مودودی اور تفسیر نعیمی پر بھی اظہار خیال فرماتے تو معاصر نقاط نظر کی بھی تفہیم ہو جاتی۔

دیگر دینی مقالات مولانا ندوی کے مطالعۂ وسیع و فکر عمیق کا پتہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انھیں فہم قرآن و حدیث سے بہرہ ور فرمایا ہے عربی زبان پر بے مثل دسترس ہے جس سے وہ الفاظ حدیث و قرآن کی تشریح و توضیح نہایت کامیابی کے ساتھ کرتے ہیں ؎

صفت برق چمکتا ہے ترا فکر بلند
کہ بھٹکتے نہ پھریں ظلمت شب میں راہی

"اسلام اور علم" ڈاکٹر صاحب کا بیحد پُرمغز جامع اور معلومات افزا دانشورانہ مضمون ہے علم سے متعلق ابن خلدون کی چند باتوں کا حوالہ تعلیم و تعلم کے لیے اساسی حیثیت کا حامل ہے۔ اس مقالے سے مصنف کی وسعت علمی و تنوع مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے بڑی خوبصورتی سے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

ترجمان القرآن کا ایک موضوعی مطالعہ" ایک متنازعہ موضوع پر بڑی سلجھی ہوئی تحریر ہے مصنف نے تحقیق و تجزیہ کا حق ادا کیا ہے، مجھ جیسا کم سواد یہ سمجھتا ہے کہ علمی نقطۂ نظر سے ایسے موضوعات پر دو ٹوک بات ہونی چاہیے تھی۔ نیچے دروں نیچے بروں والا انداز کم استعدادی کے لیے گمراہ کن بھی ہو سکتا ہے۔ میرا خیال ناقص یہ ہے کہ "اَلْعِلْمُ حِجَابٌ اَکْبَرُ" مولانا آزاد پر صادق آتا ہے۔ قرآن کریم کی آیت: يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ پر بھی نظر ہونی چاہیے۔ قرآن کہتا ہے: اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ اس پر مزید یہ آیتیں وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ اور ...... وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" کیا بتاتی ہیں۔

"تفسیر ماجدی کی انفرادیت" اس کتاب (تفسیر ماجدی) پر منجھے ہوئے قلم سے ایک باخبر عالم اور خوش سلیقہ ادیب کا خوبصورت و جامع تبصرہ ہے مفسر دریابادی سے متعلق یہ بلیغ جملے "وہ کسی تجدد کے داعی نہ تھے، اپنی کوئی پارٹی نہیں بنائی تھی، کسی خاص طرز فکر کے بانی نہ تھے" "اپنی کوئی راہ نئی نہیں نکالی ہے،

اور نہ تدبر قرآن کی دعوت کو بہانا بنا کر قرآن کے پردے میں اپنی بات کہی ہے"؟

"انھوں نے ایک ایک فعل، اسم اور حرف کو خوردبین لگا کر دیکھا ہے اس کی ہوا بھی ان لوگوں کو نہیں لگی ہے جو ایک اچھوتا خیال، ایک وہمی مقصد ایک نئی دریافت کے نام سے تفسیر لکھنے بیٹھ جاتے ہیں۔"

مصنف محترم کی پختہ کاری و دانشوری پر دال ہیں۔

"قرآن کریم کا ایک مذموم ترجمہ" مختصر مگر عبرتناک اور بصیرت افروز جائزہ ہے۔ اس موضوع یعنی مذموم ترجمہ اور مترجم پر ضرورت تھی کہ مولانا صاعقۂ طور بن کے گرتے۔

"اسلامی ادب" سے متعلق موصوف کے نو مضامین ہیں اور ایک سے ایک بڑھ کر۔ اس کتاب کا ہر مضمون سے متعلق اظہار خیال نہ میرے بس کی بات ہے اور نہ میں اس کا اہل ہوں۔ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کے تبحر علمی نے ان کے ہر مضمون میں مجھے متاثر کیا ہے، میں چند ہی عناوین کا ذکر کر رہا ہوں جن کے تحت لکھے گئے مضامین اپنے جواب نہیں رکھتے۔

"یونانی منطق کی ضرورت" پڑھئے تو معلوم ہوگا۔ اس خشک موضوع پر ایک عالم دین ام الکتاب کی روشنی میں کس شان سے حقائق و معرفت علمی کا دریا بہا رہا ہے۔

حیرت ہے کہ اتنا بیدار مغز مصنف جو صرف برصغیر کے ملی معاشرے کو ہی نظر میں نہ رکھے بلکہ سارا عالم اسلام تاریخی پس منظر کے ساتھ اس کی نگاہوں میں ہو۔ ایک ایسا باخبر عالم جو عربی، فارسی، اردو و انگریزی ادبیات کے تاریخی اتار چڑھاؤ سے کاملاً واقفیت رکھے، ایک ایسا باہنر ادیب جو شعر و سخن کا رمز آشنا، نظم و نثر کا مزاج داں عالمی سیاست سے آگاہ، رموز تصوف سے واقف کس طرح شہرت سے بے نیاز، جاہ و مرتبہ سے بے پروا ایک فقیر بوریہ نشین بن کے درس و تدریس عارفانہ میں مشغول ہے یہ کسر نفسی، یہ عاجزی، یہ سادگی، یہ بے نیازی، یہ بے لوثی، یہ سب کچھ عطیہ ربانی بن کے موصوف کو اسی خانوادۂ رحمت کا طفیل ہے جس کی ایک شاخ پُر برگ و بار شاہ مجیبی (حبیب اللہ قادریؒ) کی شکل میں آج بھی قصبۂ پھلواری کو روکش گلزار علم و فن کیے ہے۔

ڈاکٹر عبداللہ عباس کے رچے ہوئے ادبی ذوق تحقیقی نگاہ اور تنقیدی بصیرت کا نمونہ۔ محسن کاکوروی کا ایک مطالعہ، مثنوی صمصام الاسلام اور مشائخ پھلواری کی نعتیں وغیرہ ہیں۔ محسن کاکوروی کے مشہور نعتیہ قصیدے کا ایک عمدہ و نادر جائزہ لیا ہے اور ایسے علمی نکات پیش کیے ہیں جن کی طرف اب تک لوگوں کی نگاہ نہیں گئی تھی۔ قصیدۂ محسن کے آخری مناجاتی شعر پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

صف محشر میں ترے ساتھ ہو تیرا مداح
ہاتھ میں ہو یہی مستانہ قصیدہ یہ غزل
کہیں جبریل اشارے سے کہ ہاں! بسم اللہ
سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

واقعی یہ منفرد محاکاتی انداز اس دلکشی کے ساتھ اس سے قبل نظر نہیں آتا، ہاں! محسن کاکوروی کے ہمعصر مولانا احمد رضا خاں کے مشہور سلام کا مقطع بھی اسی حسن صنعت کا حامل ہے ؎

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں! رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

بہرحال چراغ سے چراغ جلتا ہے اور یہ اچھی بات ہے "حقائق و جائزے" کے عنوان سے پانچ مختلف مضامین کا انتخاب ہے جن میں مصنف نے بیدار ملی شعور، گرم و تابندہ دینی احساس مفکرانہ و مدبرانہ بصیرت اپنے قلب گداز کی دھڑکنوں کے ساتھ گن گن کر پیش کیے ہیں۔

"عالم اسلام" نگارشات کا وہ قیمتی حصہ ہے جسے ہم حاصل کتاب کہہ سکتے ہیں۔ زبان و بیان میں فکر و خیال کی جمال آفرینی تو ہے ہی سیاست ملی و کوائف جہاں کی واشگاف ترجمانی بھی ہے ؎

قافلۂ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

جی بہت چاہتا ہے کہ ان کی روشن تحریر کے اقتباسات پیش کروں مگر انتخاب کا مرحلہ کم دشوار نہیں ؎

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

"سیکولرزم کی تاریخی حیثیت" دراصل اس نظریے کی ایکسرے رپورٹ ہے ایسی صاف اور بدیہی جس میں اس کی موت کے سارے آثار نمایاں ہوں۔

مستشرقین شروع سے ہی اسلام کے خلاف رچی جانے والی سازشوں کا خاکہ ہے۔ مستشرق کا لیبل لگائے علمی چراگاہوں کے یہ گرگ، چاند پر تھوکتے رہے اور وہ واپس ان کے چہروں پر آتا رہا۔ افغانستان سے متعلق مصنف کی دو طویل و مختصر تحریریں صدف نگارشات کے دو قیمتی موتی ہیں، شاہکار و تاثراتی مضمون جذبۂ صادق کا سوز لئے قاری کے دلوں کو گرماتے اور پگھلاتے ہیں۔

ڈاکٹر عبداللہ عباس کا قلم ملی و عالمی سیاست کا جائزہ لیتے ہوئے حقائق کا ایسا واضح روشن اور بے باک تجزیہ کرتا ہے جس سے کسی بھی حق شناس کو انکار کی گنجائش نہیں۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(باقی ص ۲۷ پر)

اجودھیا کا المیہ

مادھو گوڈبولے ✕ ترجمہ ✕ شارق علوی

قسط نمبر ۵

صحیح مقصد کے حصول کی طرف بڑھنے کی صلاحیت نہ ہونے سے یہ ملاقاتیں صرف جائے نوشی اور طعام کی ضیافت تک محدود رہیں۔ کھانے پر کون کون سے اقسام کی اشیائے خوردنی پیش کی جائیں۔ یہی طے کرنے میں کافی وقت صرف ہو جاتا تھا۔ وگیان بھون کی ذیلی عمارت میں کھانا کھانے کے لئے ایک وسیع کمرہ تھا جس میں دوپہر کے کھانے کا پر تکلف انتظام وشو ہندو پریشد اور آل انڈیا بابری مسجد ایکشن کمیٹی کے نمائندوں کے لئے کیا جاتا تھا۔ بیٹھنے کا انتظام بھی اس طرح تھا کہ دونوں حریف آمنے سامنے بیٹھتے تھے اور ان کے درمیان ایک طرف وزیر مملکت کمار منگلم صدر جلسہ کی حیثیت سے بیٹھتے تھے اور دوسری طرف راجستھان کے وزیر اعلیٰ بھیروں سنگھ شیخاوت کو بٹھایا جاتا تھا کہ وہ دونوں حریفوں کو قابو میں رکھ سکیں حکومت کا کردار محض ایک "بروکر" جیسا تھا کہ جس نے دو پارٹیوں کو یکجا کر دیا ہو اور ان کو آپس میں معاملات طے کرنے کے لئے چھوٹ دے دی ہو۔

ایک موقع پر شرد پوار نے یہ سوچا کہ شاید ان کو مصالحت کا کام سپرد کیا جائے۔ گجرات اور راجستھان کی بین الاقوامی سرحدوں سے متعلق ایک میٹنگ میں جو وزیر اعظم نے طلب کی تھی شرد پوار بھی مدعو تھے انھوں نے مجھ کو رازدارانہ طور پر بتایا کہ ان کے پاس ایک ایسی تجویز ہے جس پر عمل کرنے سے اجودھیا کا مسئلہ آسانی سے طے ہو جائے گا مگر وہ اس منصوبے کو بڑی خاموشی سے عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں انھوں نے مجھ سے کہا کہ وہ بمبئی کے پولیس کمشنر شری کانت باپٹ کو مہاراشٹر حکومت سے ایک ماہ کی رخصت دلادیں تاکہ وہ کل وقتی طور پر آر ایس ایس اور وشو ہندو پریشد کے لیڈروں سے بات کر سکیں میں نے باپٹ سے بات کی اور ڈائرکٹر انٹیلیجنس بیورو، وی جی وید سے بھی مشورہ کیا اور اندازہ لگایا کہ باپٹ کو چھٹی لینے کی ضرورت نہیں ہے وہ ویسے ہی وقتاً فوقتاً مدد کر سکتے ہیں۔ بعد میں یہ اندازہ ہوا کہ شرد پوار از خود معاملات کو سلجھانے میں کوئی اہم کردار ادا نہیں کر پائیں گے۔ حالانکہ انھوں نے ماضی میں وزیر اعظم کی ایماء پر مہاراشٹر میں آر ایس ایس کے لیڈروں سے ملاقات کی تھی جو اس تحریک میں کافی نمایاں تھے اس کے علاوہ شیخاوت اور کلیان سنگھ وغیرہ سے بھی انھوں نے گفتگو کی تھی۔

وزیر داخلہ چوہان ان مصالحانہ ملاقاتوں سے بالکل الگ رکھے گئے سوائے اس کے کہ وہ پہلی میٹنگ میں اس کے پہلے اجلاس میں شریک ہوئے یا پھر آخر میں نومبر ۱۹۹۲ء میں اجودھیا مسئلہ کو سپریم کورٹ کے حوالے دستور ہند کی دفعہ (۲) ۱۳۸ کے تحت کرنے کے سلسلے میں ایل کے اڈوانی سے گفتگو کرنے کے لئے وزیر اعظم سے سرکاری سطح پر وشو ہندو پریشد اور آل انڈیا بابری مسجد ایکشن کمیٹی کے درمیان ہوئی ملاقاتوں کے بعد اور پہلے جو نشستیں ہوئیں ان سے کوئی خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوئے سوائے اس کے کہ گفتگو جاری رکھنے پر اصرار کیا گیا ہو۔

ہر دو طرف سے ان ملاقاتوں میں جو مؤرخین شریک ہوئے ان کا رویہ بجائے مسئلہ کو پرامن طریقہ پر حل کرنے میں معاون ہوتا بسا اوقات جارحانہ صورت اختیار کر لیتا تھا۔ اور ایک دوسرے پر مندر اور مسجد کی نوعیت کے بارے میں عالمانہ دلائل کے بجائے ترش روی کی صورت پیدا ہو جاتی' ان میں سے کچھ کا رویہ تو اس قدر غضبناک ہو جاتا تھا جس کا ذکر کرنے سے بہتر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ مؤرخین کو اس گفتگو میں شامل کرنے کا فیصلہ بھی کچھ مناسب نہیں تھا جس طرح وشو ہندو پریشد جملہ ہندوؤں کی نمائندگی نہیں کرتی ہے اسی طرح بابری مسجد ایکشن کمیٹی کو بھی سب مسلمانوں کا اعتماد حاصل نہیں تھا۔ کوئی بھی یہ سوال کر سکتا تھا کہ کیا یہ دونوں اپنی اپنی قومی بران کے ذریعہ لئے گئے فیصلے کو مسلط کر سکتے ہیں اور کیا ان کی رائے متعلقہ قوموں کو متاثر کر سکے گی اور وہ اس پر عمل کرا سکیں گے۔ اس لئے اس گفتگو سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہونے والا نہیں تھا، اور یہ ملاقاتیں ناکامیاب ہونی ہی تھیں۔

ایک مرحلہ پر وشو ہندو پریشد نے یہ مطالبہ کیا کہ اس گفتگو میں اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ کو مدعو کیا جائے کیوں کہ دراصل وہی فیصلہ پر عمل درآمد کرا سکیں گے اس کے لئے ریاستی سرکار کی شرکت ضروری ہے۔ مرکزی حکومت نے اس مشورے کو یہ کہہ کر

مسترد کر دیا کہ کلیان سنگھ سے ٹیلیفون پر آسانی سے بات نہیں ہو سکتی اس لئے ان کو دہلی بلانا ممکن نہیں ہے۔ اس کے علاوہ وزیر اعظم کی منظوری بھی درکار ہوگی۔ وشو ہندو پریشد کے اراکین کو مشورہ دیا گیا کہ وہ رات کے کھانے پر وزیر اعظم سے کلیان سنگھ کو مدعو کرنے کے لئے کہیں لیکن اس بارے میں کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ حالانکہ بعد کو یہ اندازہ ہوا کہ اس مرحلہ پر کلیان سنگھ کی موجودگی مفید رہی ہوتی

دونوں فریقوں نے بات چیت کے اس موقع کا اپنے اپنے موقف کی اختیارات وغیرہ میں تشہیر سے کافی فائدہ اٹھایا اور کسی بھی مصالحانہ نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ تیسری اور آخری ملاقات جو ۸ر نومبر ۱۹۹۲ء کو ہوئی اور جس میں تعطل پیدا ہوا۔ اور جس کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ تقریباً ختم ہو گیا کے بارے میں شیخاوت نے مجھ سے مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے ہر دو فریقین کی ہٹ دھرمی پر افسوس کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ گذشتہ رات کو ہی ایک مرکزی وزیر نے ان سے اور وشو ہندو پریشد کے لیڈران سے کہا تھا کہ کارسیوا کو اراضی کے سرکاری تحویل میں لئے جانے کے عمل سے بالکل الگ رکھ کر بات چیت کی جائے لیکن مرکزی حکومت آج اپنے موقف سے مکر گئی اور بضد ہے کہ کارسیوا فوراً بند کی جائے اس طرح تو یہ معاملہ طے ہوتا نظر نہیں آتا اور وہ اپنے کو اس سے الگ کر رہے ہیں۔

وشو ہندو پریشد اور ایکشن کمیٹی کے درمیان گفتگو ناکام ہونے پر مرکزی حکومت نے بی جے پی کے لیڈروں سے رابطہ قائم کیا جو انھیں پہلے ہی کرنا چاہئے تھا گذشتہ تجربہ اس بات کا شاہد تھا کہ اجودھیا کا مسئلہ پوری طرح سیاسی مسئلہ ہے جس سے مختلف قومی سطح کی سیاسی پارٹیوں کا مستقبل جڑا ہوا ہے اور صرف مذہبی عمائدین کی ہی دلچسپی اس میں نہیں ہے۔ وزیر اعظم نرسمہا راؤ جو رام جنم بھومی بابری مسجد تنازعہ سے پچھلے لگ بھگ دس سال سے وابستہ تھے۔ ان کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی پھر بھی وہ مذہبی رہنماؤں کے درمیان ہی بات چیت اور مصالحتی گفتگو کرانے میں مصروف رہے لیکن اس میں بھی وہ سنجیدگی اور رہنمائی کا عنصر نہیں تھا جو ہونا چاہئے۔

جیسا کہ میں نے دیکھا وزیر اعظم نے ۲ر نومبر ۱۹۹۱ء کو قومی یکجہتی کونسل کی میٹنگ میں ایل کے اڈوانی کے اس جملے کا بہت برا مانا کہ چندر شیکھر نے اپنے قلیل مدتی عہد میں اس مسئلہ کو حل کرنے کی سنجیدگی سے کوشش کی اور فریقین کو قریب لانے میں بھی کامیاب رہے شاید اسی سے متاثر ہو کر نرسمہا راؤ نے چندر شیکھر کے زمانے کی تجاویز پر دوبارہ غور کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور اس وقت کے وزیر ریاست برائے امور داخلہ سبودھ کانت سہائے کو جو وشوناتھ پرتاپ سنگھ اور چندر شیکھر کی وزارتوں میں رہ چکے تھے۔ اس مسئلہ میں مدد کے لئے مدعو کیا اس طرح کے عمل سے معاملہ کو سنجیدگی سے حل کرنے کا اندازہ نہیں ہوتا۔

انگریزی رسالہ "انڈیا ٹوڈے" نے ۱۵ر اکتوبر ۱۹۹۲ء کی اشاعت میں راؤ کی ڈھل مل یقینی پر ایک مضمون شائع کیا تھا وہ لکھتا ہے کہ "راؤ بہت دور تک دیکھتے ہیں اور مسئلہ کے صرف دونوں پہلوؤں کو ہی نہیں بلکہ تیسرے اور چوتھے کو بھی پھر وہ انتظار کرتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں بڑے صبر کے ساتھ ان میں جنبش تب ہوتی ہے جب خطرناک صورت نمایاں ہونے لگتی ہے" میں اس میں اتنا اور اضافہ کر دوں کہ پھر وہ قومی یکجہتی کونسل کی میٹنگ طلب کرتے ہیں۔

قومی یکجہتی کونسل (این۔ آئی۔ سی) کی میٹنگ طلب کرنے میں حکومت و حزب اختلاف دونوں کو ہی دلچسپی ہوتی ہے۔ گورنمنٹ کو اس لئے کہ وہ اپنی اس کارگزاری کا ڈنکا بجائیں جو دراصل کارپذیر ہی نہیں ہوتی اور حزب اختلاف کے ممبران و دیگر لوگوں کے لئے یہ سنہرہ موقع ہوتا ہے کہ وہ اپنے اٹل موقف کو نمایاں طور پر دہرائیں کونسل کے سامنے جتنا ہی اہم مسئلہ زیر غور ہوگا اتنا ہی اس پر شور وغل مچانے کا موقع ملتا ہے۔ اکثر کونسل میں کی جانے والی تقاریر پہلے ہی اخبارات میں شائع ہو جاتی ہیں بلکہ کبھی کبھی تو جو تقریر ہوتی بھی نہیں ہے اور صرف ریکارڈ پر رکھ لی جاتی ہے اس کی بھی اخبارات میں تشہیر کر دی جاتی ہے۔

اجودھیا کا مسئلہ ادھر چار مرتبہ قومی یکجہتی کونسل کے سامنے آیا ۲۳ر ستمبر ۱۹۹۰ء کو مدراس میں ہوئی میٹنگ میں جو تجویز منظور کی گئی وہ بالکل کھوکھلی اور بے معنی تھی۔

دوسری میٹنگ جو ۲ر نومبر ۱۹۹۱ء کو ہوئی وہ یقیناً اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ کی کچھ یقین دہانیوں کی وجہ سے اہم کہی جا سکتی۔ (حالانکہ ان کی یقین دہانیاں صرف کاغذ پر ہی رہیں اور قومی یکجہتی کونسل کی بے عملی کا بھی اس سے اندازہ ہو گیا)۔

کونسل میں وزیر اعلیٰ نے جو یقین دہانیاں کرائی تھیں وہ اس طرح تھیں۔

۱۔ مسئلہ کو حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

(باقی صـ ۲۲ پر)

قسط نمبر ۳

۶ دن استنبول میں

پروفیسر محمد اجتباء ندوی

سیمینار کی شام کی نشست اور دوسرے دن کی نشستوں میں ادب اسلامی کی اہمیت وافادیت اور عالمی ادب میں اس کے تشخص سے متعلق مندوبین کی جانب سے مقالات پیش کئے گئے، اس کی روشنی میں استفسارات وسوالات ہوئے اور نتیجہ خیز جوابات اور تبادلۂ خیال ہوا۔ ادب برائے زندگی اور پھر بامقصد ادب کو شعوری طور سے جب عالمی پیمانہ پر پیش کیا جانے لگا تو اس میں دانستہ طور پر اس ادب اور انشاپردازی کو نظر انداز بلکہ ناقابل اعتبار سمجھا گیا جس میں اعلیٰ اقدار، اسلامی رجحان اور نظریہ وفکر کی نمائندگی ہوتی تھی، ترقی پسند ادب کے قیام نے صرف ان رجحانات، اقدامات اور اعمال کو فروغ دیا جو محض خدا دشمنی، کردار کشی، اخلاق سوزی اور دین بیزاری پر مبنی ہو، ان شاعروں، ادیبوں اور قلم کاروں کو عالمی اور مقامی وعلاقائی ادبی تنظیموں میں جگہ نہ دی گئی اور نہ تاریخ ادب کی کتابوں میں جنھوں نے اسلام کے کردار ساز اور انسانیت نواز نظریات، عقائد، افکار، پاکیزہ مسائل وخیالات کو اسی ادبی قوت، زور بیان اور انشائی قدرت وملکہ کے ساتھ اپنے نثری شہ پاروں اور شعری مجموعوں میں پیش کئے، ان جیسے ادیبوں کی تخلیق کو تسلیم ہی نہیں کیا گیا جبکہ معاصر ترقی پذیر دنیا میں یہ تعمیری ادب اپنی پوری طاقت، اثر پذیری اور سحر انگیزی کے ساتھ رواں دواں تھا ضرورت تھی کہ اس کو تحریک وتنظیم کی شکل دی جائے تاکہ تعلیم یافتہ طبقوں اور عوامی سطح پر اس ادب کو روشناس کرایا جاسکے اور اس کا وزن واعتبار قائم کیا جاسکے، بلاشبہ دورِ جدید میں عرب ممالک اور برصغیر ہند وپاک کے کچھ ادیبوں خصوصاً اخوان مسلمین اور جماعت اسلامی نے خاصی قابلِ قدر خدمات اور نمونے پیش کئے ہیں لیکن بین الاقوامی سطح پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ کی تحریک ودعوت اور پروفیسر عبدالرحمن رأفت پاشا رحمہ اللہ کے عملی اقدام سے عالمی رابطہ ادب اسلامی کا قیام ہوا اور اس نے چند برسوں میں اپنے سیمیناروں، کانفرنسوں اور ادبی تخلیقات وقلمی کاوشوں سے دنیائے ادب میں اہم مقام حاصل کرلیا ہے، جس کی مثال ترکی کا یہ سیمینار اور اسلامی ادباء کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت ہے۔

سیمینار کے منتظمین نے دوسرے دن جمعہ کی صبح کو یہ پروگرام بتادیا تھا کہ جمعہ کی نماز سلطان احمد کی مسجد میں ادا کی جائے گی اور نماز کے بعد فوراً آبنائے باسفورس میں جہاز سے سیر ہوگی اور دوپہر کا کھانا "ظہرانہ پیکٹ" کی شکل میں جہاز ہی میں پیش کیا جائے گا، پروگرام کے دونوں حصوں سے ہمیں بے حد خوشی ہوئی، بس کے ذریعہ ہم مسجد سلطان احمد پہونچے، بڑے آہنی گیٹ سے کچھ فاصلہ پر بس رک دی گئی، اندر داخل ہوئے تو بڑے شاندار، پرشکوہ اور فلک بوس میناروں کی وسیع وعریض مسجد تھی، اس کے ہر چہار سو کشادہ لان، خوبصورت روشیں خوشنما پھولوں کی کیاریاں اور اونچے اونچے (عمر رسیدہ اور دیرینہ سال) درخت تھے جن میں چنار کے ذخیرہ اور بلند قامت) درخت نمایاں تھے، چنار کے درختوں پر نظر پڑتے ہی کشمیر یاد آگیا، کشمیر یونیورسٹی کے نسیم باغ کیمپس کا منظر سامنے تھا وہاں تو ایک ہزار درخت ہیں، کئی بار سردیوں میں چنار کے پتوں کی سرخی نے، (آتش چنار) کی گرمی اور دلفریب وخوبصورت منظر نے خوشیاں بکھیری تھیں، اب تک اس کا لطف تازہ ہے، کشمیر میں معلوم ہوا تھا کہ یہ درخت سنٹرل ایشیا سے لائے گئے تھے اور صرف خنک علاقوں میں اُگتے اور پھلتے پھولتے ہیں، چنار کے پتے آگ کے انگاروں کی طرح سرخ ہوکر جھڑتے ہیں، جمع کرلئے جاتے ہیں اور جلاکر راکھ بنالئے جاتے ہیں اور شدید ٹھنڈک میں کانگڑی میں جلائے جاتے ہیں جن کی گرمی اور چنگاریاں اس کے خاکستر میں بہت دیر تک رہتی ہیں، ایک لمحہ ٹھہر کر چنار کے درختوں کے سایہ میں بھولی بسری یادیں تازہ کرلیں، آنکھیں اشکبار تو ہوئیں مگر آنسو کے قطرے ٹپک نہ سکے، مسجد کی سیڑھیاں چڑھ کر اندر قدم رکھا تو جلال خلافت، سطوت سلطانی اور شکوہ ترکمانی کے دبدبہ سے رعب، حسرت اور فرحت کا ملا جلا احساس ہوا، مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی جن میں لڑکوں اور نوجوانوں کی تعداد زیادہ نظر آئی، گنبد ومحراب بلند اور در ودیوار خوبصورت میناکاری سے آراستہ تھے جس میں مسجد بنی امیہ دمشق کی فن کاری اور تعمیری ذوق محسوس ہوا، نوجوان خطیب ازہری لباس میں منبر پر بڑی شان سے آئے اور فصیح عربی میں بآواز بلند شاندار خطبہ دیا،

اس کے بعد بڑے خشوع وخضوع سے نماز پڑھائی، بڑا جی لگا، نماز کے بعد ذکر بالجہر شروع ہوا، سری نگر کی حضرت بل مسجد میں پہلا جمعہ یاد آگیا، جمعہ میں تعجیل (جلد پہونچنے) کے جذبہ سے اگلی صف میں پہونچ گیا اور بڑی تاخیر سے نکل پایا، حضرت بل وکشمیر کی مسجدوں میں تو اوراد فتحیہ کا ورد ہوتا ہے اور یہاں

ملک شام اور ترکمانی وترکستانی سلسلۂ اذکار واوراد کا اثر تھا، چونکہ ہمیں دوسرے پروگرام کے لئے جلد نکلنا تھا اس لئے فرض کے بعد پیچھے آکر سنتیں ادا کیں اور رفقاء کے ہمراہ بس میں آبیٹھے، آبنائے باسفورس قریب تھی، جہاز ساحل پر لنگر انداز تھا، بڑا آرام دہ اور کشادہ جہاز تھا، عرشہ پر چڑھنے کے لئے دو رویہ زینہ بنا تھا، ہر سو بڑا خوبصورت اور پرکشش منظر تھا، یہ خلیج، بحیرۂ روم سے نکل کر بحر اسود میں مل جاتی ہے اور شہر استنبول (اسلام بول) کو یورپی وایشیائی حصوں میں تقسیم کرتی ہے، ہمارا قیام یورپی حصہ میں تھا، جہاز جب روانہ ہوا تو داہنی جانب ایشیا اور بائیں جانب یورپ تھا، دونوں کنارے بڑے ہرے بھرے سرسبز وشاداب تھے، ان کے درمیان میں پہاڑیوں، ٹیلوں اور لب آبنائے خوشنما اور دیدہ زیب عمارتیں، ہوٹل، ملٹری کالج، مہمان خانہ اور دولتمندوں کے بنگلے وکوٹھیاں تھیں، جو بڑے سلیقے سے تعمیر کی گئی تھیں، ملاح کے ساتھ ہمارے ترک میزبان، یورپی بلدیہ کے مشیر اور رابطہ ادب اسلامی کی ترکی شاخ کے رکن رکین استاذ عثمان ازتورک مائک پر تاریخی اور اہم مقامات وعمارتوں کا تعارف کرا رہے تھے، ہوا تیز اور خنک تھی، منظر دلفریب اور دلکش تھا، ترک میزبانوں کی محبت، خاطر داری، شیریں کلامی اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم کی موجودگی نے پورے ماحول اور فضا کو نورانی، ربانی اور روحانی بنادیا تھا، جس نے سب کو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت بے بہا کے حاصل ہونے پر مسحور بنا رکھا تھا، ہمارے کچھ رفقاء اوپر عرشہ پر چلے گئے تھے، تھوڑی دیر میں وہی ترک نوجوان عبداللہ بلانا آیا اور اس نے کہا کہ تمہیں احباب عرشہ پر بلا رہے ہیں، عرشہ پر پہونچا تو بے اختیار زبان سے سبحان الخالق اور اللہ اکبر کی صدا بلند ہوگئی، بڑا ہی شاندار منظر تھا، اسی وقت کھانے کے پیکٹ تقسیم ہوئے ہم سب نے ٹولیوں میں بیٹھ کر کھایا، اور لطف اٹھایا، ہوا کے تیز وٹھنڈی ہونے کی وجہ سے سردی بڑھ گئی تھی، ہمیں زیادہ ٹھنڈک کا احساس ہوا تو نیچے جہاز میں آگئے، پہلے یورپ وایشیا کے دونوں حصوں کے درمیان نقل وحمل کا ذریعہ کشتیاں اور جہاز ہی تھے، مگر جب سلیمان دیمیرل وزیر اعظم ہوئے تو انھوں نے ایک معلق پل بنوادیا، آخر میں تورگت اوزال نے دوسرا پل بالکل اسی جیسا بنوایا جو بے حد خوبصورت اور قابل دید ہے، آمد ورفت کی سہولت بھی ہوگئی اور خوبصورتی دوچند ہوگئی، پل پر سے مناظر اس سے کہیں زیادہ سحر انگیز تھے، جہاز کی روانگی کے وقت پیچھے ایا صوفیا، مسجد سلطان سلیمان قانونی، مسجد سلطان احمد کے بلند وبالا مینارے اور آبنائے کے کنارے خلیج قرن الذہب کا وہ تاریخی حصہ نظر آرہا تھا جہاں سلطان محمد الفاتح کے حکم سے خشکی پر سے کھسکتی ہوئی کشتیاں داخل ہوئی تھیں جس کی وجہ سے قسطنطنیہ کی فتح کی سعادت سلطان محمد الفاتح کو حاصل ہوئی، جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کا شرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ، سلاطین وشاہانِ عرب وعجم نے حاصل کرنے کے لئے بڑے بڑے لشکر بھیجے اور شریک لشکر ہوئے، میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنی کبر سنی کے باوجود یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں قسطنطنیہ کی فصیل تک پہونچے اور وہاں ہی وقت موعود آگیا، اور فصیل شہر سے متصل وصیت کے بموجب دفن کئے گئے، آج ان کا مزار مرجع خلائق ہے اور انھیں کے نام سے اس علاقہ کا نام "حی ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ" پڑگیا، جو استنبول کا سب سے مقدس اور مقام احترام قرار دیا گیا:-

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سامنے کی سمت میں ایک تنگنائی ہے جس میں سے صرف ایک جہاز گذر سکتا ہے، اسی کے بعد بحر اسود شروع ہوتا ہے، اس جانب پہونچ کر جہاز سے اترے قریبی مسجد میں عصر کی نماز ادا کی، حضرت مولانا مدظلہ کار سے قیام گاہ واپس تشریف لے گئے ہم لوگ جہاز ہی سے اسی راستہ واپس ہوئے اور مغرب سے قبل اپنے ہوٹل آگئے، عشاء کے بعد سے ایک بجے رات تک سیمینار کی دوسری نشست ہوئی۔

دوسری صبح ۱۰ اگست کو ۹ بجے صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کی ادبی، علمی، دعوتی خدمات وگرانقدر لٹریچر وتخلیقات پر نذرانۂ عقیدت اور خراج تحسین پیش کرنے کے لئے خصوصی نشست تھی، جو صبح ۹ بجے شروع ہوئی اور عشاء کے بعد ۱۲ بجے شب میں شعری قصائد پر اختتام پذیر ہوئی، آج ہال کچھ زیادہ ہی دلکش اور سحر انگیز دکھائی دے رہا تھا، وقت سے قبل ہی بھر گیا، ڈائننگ ہال جو متصل تھا اس کی کرسیاں بھی پر ہوگئیں بہت سے لوگ گیلریوں اور دروازوں پر کھڑے تھے، عجب جوش، ولولہ، عقیدت ومحبت کا ماحول تھا کیوں نہ ہو آج ترکی کے اس عظیم تاریخی شہر استنبول کے اس ہوٹل بزم میں پیکر اخلاص وعمل، فکر ودانش، ادب وحکمت اور معرفت ودریا مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو خراج تحسین ونذرانۂ عقیدت پیش کیا جانا ہے، جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، اس کے بعد ازہر یونیورسٹی قاہرہ کے نامور وممتاز پروفیسر ڈاکٹر عبدالمنعم احمد یونس نے عالمی رابطہ ادب اسلامی کے اغراض ومقاصد اہمیت وضرورت اور کارکردگی پر روشنی ڈالی اور کہا کہ رابطہ کے مقاصد میں اسلامی ادیبوں کا اعزاز بھی شامل ہے چنانچہ ہم آج صدر رابطہ بین الاقوامی شہرت کے عالم وادیب مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی ان کی علمی وادبی، دعوتی وفکری خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں جن کی تصنیفات نے نہ صرف عالم عرب واسلام بلکہ مغربی دنیا کو بھی متاثر کیا ہے، اسٹیج پر ممتاز

دانشور، عالم محقق و ادیب پروفیسر محمد قطب اور عظیم مفکر و داعی، فقیہ و شعلہ بار خطیب علامہ یوسف القرضاوی اور دوسرے علماء و مفکرین و دانشوران ترکی رونق افروز تھے، استاذ محمد قطب نے ان کے بعد تقریر کی اور بڑی عقیدت کے ساتھ اپنے اور اپنے مرحوم بھائی السید قطب شہید کے تعلق کا تذکرہ کیا اور کہا کہ مولانا مدظلہ کی پہلی تصنیف "ماذا خسر العالم" نے ان کو اور ان کے بھائی اور قوم و ملت کے ذہنوں کو بہت متاثر کیا، اور ان کی دوسری گراں قدر تصنیفات و خدمات پر بھرپور روشنی ڈالی، استاذ محمد قطب کے بعد علامہ یوسف القرضاوی نے اپنے مخصوص خطیبانہ انداز میں "رکائز الفقہ الدعوی عند العلامۃ ابی الحسن الندوی" کے عنوان سے عالمانہ مقالہ پڑھا، ان دونوں دانشوروں کے بعد منبجہ سے فاکر تاتگ کے نمائندوں نے اپنے مقالوں کا خلاصہ پیش کیا، اس عاجز کے مقالہ کا عنوان تھا "منہج سماحۃ الشیخ الندوی للدعوۃ" اس کا خلاصہ پڑھا جس کے فوٹو اسٹیٹ نسخے دفتر رابطہ ادب اسلامی نے نکلوا کر پہلے سے تقسیم کر دیئے تھے، دوسری نشست شام کو ہوئی اور رات میں عرب شعراء نے اپنے قصائد کے ذریعہ حضرت مولانا کو خراج تحسین پیش کیا، پہلی نشست کے بعد حضرت مولانا سے اظہار خیال کے لئے عرض کیا گیا، حضرت مولانا مدظلہ نے فطری تواضع اور طبعی انکسار کے ساتھ مقالے پیش کرنے والوں اور مقرروں کا شکریہ ادا کیا، اور ان کے اعلیٰ اخلاق، فراخ دلی اور وسعت ظرف کی ستائش کی اور فرمایا رائے بریلی کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہونے والے انسان کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا کہ اس کا اعزاز استنبول جیسے عظیم و عریض اور تاریخی شہر میں عرب و عجم کے ادیبوں و دانشوروں کی جانب سے کیا جائے گا، یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل، اس کے جد و والد بزرگوار کے اخلاص و للہیت، والدہ مغفرہ کی دعاؤں اور شفیق بھائی کی تربیت اور اساتذہ کی شفقت کا نتیجہ و ثمرہ ہے، نیز اللہ تعالیٰ کسی کے نیک کام کو ضائع نہیں کرتا، "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ" اور "وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی، وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی، ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی" حضرت مولانا نے تصنیفی کام اور دعوتی لٹریچر کے معیار کو اعلیٰ و مفید بنانے کی جانب اشارہ فرمایا اور اس سلسلہ میں اپنے تجربات اور عصر حاضر کے تقاضوں کا ذکر فرمایا، اس جلسہ میں ہندوستانی کونسلر جنرل، کونسلیٹ کا عملہ اور ترکی ٹیلی ویژن، ریڈیو اور اسلامی و عربی ذرائع ابلاغ کے نمائندے موجود تھے، ان نمائندوں نے حضرت مولانا کے علاوہ دوسرے مندوبین سے بھی انٹرویو لئے، ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں یہ عاجز بھی شریک کیا گیا، دوسری نشست اور شعری جلسہ میں بھی شرکاء کی تعداد خاصی بڑی تھی اور ہال سے باہر لوگ کھڑے رہے، گویا اس اجلاس کے ذریعہ شکوہ ترکمانی اور نطق اعرابی نے ذہن ہندی) کو خراج عقیدت پیش کیا، ترک دانشوروں کی جانب سے ترکی خطاطی کا ایک نمونہ خوبصورت طغری پر حضرت مولانا کا اسم گرامی لکھ کر خدمت میں پیش کیا گیا۔

(بقیہ) اجودھیا المیہ

۲۔ آخری فیصلہ ہونے تک اتر پردیش کی حکومت رام جنم بھومی / بابری مسجد ڈھانچے کی حفاظت کی پوری ذمہ داری لیتی ہے۔

۳۔ آراضی کو تحویل میں لئے جانے سے متعلق عدالتی احکامات پر عمل کیا جائے گا۔ اور

۴۔ الہ آباد ہائی کورٹ میں جو مقدمات زیر سماعت ہیں ان پر ہونے والے فیصلوں پر عمل کیا جائے گا۔

Twin CONSTRUCTIONS

BUILDERS & DEVELOPERS

اعلیٰ تعمیر۔ پرفضا مقام

بہترین جائے وقوع

اعلیٰ معیاری ماحول اور اعلیٰ ذوق کے افراد کے لئے

تین بلڈنگوں پر مشتمل آفسوں اور دوکانوں کے لئے

تشریف لائیے

انٹرنیشنل ایرپورٹ سے قریب جدید طرز اور گلاس لفٹ گیرانائٹ اور جدید انداز پر مشتمل ہے۔ تعمیری کام تیزی سے جاری ہے۔

آیئے

اور ٹوان کنسٹرکشن کمپنی کی پیش کش قبول کیجئے ——

Regd. Office :
Twin Complex Phase I, Office No. 201, Opp. Marol Fire Brigade,
Marol Maroshi Road, Andheri (E), Bombay - 400 059.
Tel. Fax : 850 1150 - 850 3321 - 850 3227

رپورٹ

ملفوظات و مواعظ ادب کے آئینہ میں

حیدرآباد میں تیرھواں مذاکرۂ علمی

نذر الحفیظ ندوی

رابطہ ادب اسلامی کا تیرہواں علمی مذاکرہ یکم تا ۳ نومبر حیدرآباد میں منعقد ہوا، جس کا موضوع تھا "ملفوظات و مواعظ ادب کے آئینہ میں" سہ روزہ سیمینار کے اختتام پر متعدد تجویزیں اور قراردادیں منظور کی گئیں، باصلاحیت ادیبوں، شاعروں اور ارباب علم پر زور دیا گیا کہ وہ مختلف اصناف ادب میں اسلامی افکار و نظریات سے ہم آہنگ تخلیقات اور نگارشات پیش کریں، ادب اسلامی کے کارواں کو آگے بڑھائیں، صالح فکر اور ادبی محاسن پر مشتمل ادب کی طرف توجہ دی جائے اور اس کی افادیت و اہمیت کو خاص طور پر اجاگر کیا جائے، خصوصاً ملفوظات و مواعظ کے ذخیرہ کا از سر نو جائزہ لے کر ان میں موجود ادبی و فنی محاسن کو سامنے لایا جائے کہ اس کا بڑا حصہ ادبی خصوصیات سے مالامال ہے۔

حیدرآباد میں یہ دوسرا سیمینار تھا، اس سے قبل ۷ تا ۹ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں بھی ایک مذاکرۂ علمی ہوا تھا جس کا موضوع تھا جنگ آزادی میں اسلامی ادب کا حصہ۔

اس بار ادب نوازی کا ثبوت دینے کے لئے حیدرآباد کا دار العلوم سبیل السلام پیش پیش تھا جس کے بانی مولانا محمد رضوان القاسمی اس سیمینار کے داعی تھے، ان کے رفیق کار اور دست و بازو مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دار العلوم کے اساتذہ و اسٹاف اور طلبہ کے ساتھ شب و روز سرگرم عمل تھے۔ دوسری طرف میڈیا میں تعارف کرانے کے لئے حیدرآباد کا ممتاز اخبار روزنامہ سیاست تھا جس نے بھرپور تعاون خاص طور پر کیا۔ روزنامہ رہنمائے دکن اور روزنامہ منصف نے بھی جلسہ سے متعلق تمام خبریں اور مضامین اور رپورٹیں تفصیل سے شائع کیں۔

سیمینار کی صدارت حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ نے فرمائی۔ بیرونی مندوبین کی تعداد سو کے قریب تھی۔ پچاس مقالے پیش کئے گئے، ایک انگریزی، نو عربی اور انتالیس مقالے اردو میں تھے جو سات نشستوں میں پڑھے گئے، بیرونی مہمانوں میں حجاز سے ڈاکٹر عدنان علی رضا نحوی، الشیخ محمد بن حامد الجیلانی، ڈاکٹر بشیر عمر، شیخ یحییٰ بن عبد اللہ المعلمی اور شیخ احمد محمد باجنید کے علاوہ ملیشیا اور انڈونیشیا سے استاذ احمد فہمی زمزم ندوی اور علی حبیب ندوی شریک ہوئے۔

حضرت مولانا مدظلہ کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میزبانوں نے پیام انسانیت اور اصلاح معاشرہ کے عنوان سے دو ایسے جلسے بھی کئے جن میں پڑھے لکھے غیر مسلم دانشور، سیاسی و سماجی اور ثقافتی و تعلیمی و صحافتی میدانوں میں کام کرنے والے حضرات تھے۔ اصلاح معاشرہ کے جلسہ میں مسلمانان حیدرآباد کی خاصی تعداد شریک ہوئی، اس طرح عوام و خواص سب ہی حضرت مولانا مدظلہ سے مستفید ہوئے۔

افتتاحی اجلاس

حضرت مولانا مدظلہ نے رابطہ ادب اسلامی کے مذاکرۂ علمی کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ علم کا رشتہ جب اسم رب سے کٹ جاتا ہے اور ادب کا دامن جب اعلیٰ اخلاقی قدروں سے خالی ہو جاتا ہے تو انسانیت تباہی و بربادی سے دوچار ہوتی ہے۔ اسلام کی آمد سے پہلے پوری انسانی سوسائٹی پر عالمی جاہلیت کا شامیانہ تنا ہوا تھا۔ اس دور میں بھی قلم تھا۔ لیکن چونکہ اس کا رشتہ اسم سے کٹا ہوا تھا اس لئے پوری دنیا تباہی و بربادی کے راستہ پر تیزی سے گامزن تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سب سے پہلی وحی آئی اس میں علم کے رشتہ کو رب کے نام سے جوڑا گیا جس کی وجہ سے پوری دنیا میں بہار آگئی اور انسانیت کا چمن سرسبز و شاداب ہو گیا۔ اس سورہ میں پہلی تعلیم دی گئی کہ جب پڑھیں تو اللہ کے نام سے پڑھیں، اگر ایسا نہ ہوگا تو انسانیت اور انسان کی تمام صلاحیتوں کو خطرہ لاحق رہے گا، جب سے علم کو اس سے الگ کیا گیا ہے مادیت کا غلبہ ہوا، نفس پرستی، زر پرستی، ضمیر فروشی کا آغاز ہو گیا، مولانا نے فرمایا کہ جہاں جہاں یہ سانحہ پیش آیا وہاں انسانیت کی تباہی و بربادی کا سلسلہ جاری ہے۔

مولانا مدظلہ نے تقریر کے آغاز میں بغداد علمی شہر آباد کے تاریخی پس منظر اور اس کے علمی و تہذیبی کارناموں پر روشنی ڈالی، دائرۃ المعارف العثمانیہ کا ذکر کیا جس نے پوری اسلامی دنیا میں عموماً اور عالم عربی میں خصوصاً ہندوستان کے لازوال علمی کارناموں کا تعارف کرانے میں بڑا بنیادی کردار ادا کیا۔ لیکن افسوس ہے کہ اب یہ ادارہ کس مپرسی کا شکار ہے اور اس کی اہمیت و افادیت کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

شہر حیدرآباد کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے جناب یونس سلیم سابق گورنر بہار نے رابطہ ادب اسلامی کے اس مذاکرۂ علمی کے اس شہر میں انعقاد پر مسرت ظاہر کی اور اسے حیدرآباد کی خوش قسمتی

سے تعبیر کیا، یونس سلیم صاحب نے حضرت مولانا سے اپیل کی کہ دائرۃ المعارف کی کھوئی ہوئی حیثیت اور اعتبار ووقار کو بحال کرنے کے لئے اپنے اثر ونفوذ سے کام لیں۔ یونس سلیم صاحب نے رابطہ ادب کی خدمات اور اس کے مقاصد کو سراہا۔

رابطہ کے جنرل سکریٹری مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے ادب اور علم کے باہمی رشتے پر روشنی ڈالی اور کہا کہ بامقصد ادب لذت اور لطف کے ساتھ مفید ہوتا ہے، انسانی معاشرہ کی اہم خصوصیت ایک دوسرے سے خیر خواہی ہے، جب یہ خیر خواہی الفاظ کا پیرہن اوڑھ لیتی ہے تو ادب کہلاتی ہے۔ مولانا نے رابطہ کی سرگرمیوں پر بھی روشنی ڈالی۔

مجلس استقبالیہ کے صدر اور داعی جلسہ مولانا محمد رضوان القاسمی نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں صوفیوں، علماء، شاعروں، ادیبوں اور محققوں کے شہر میں مندوبین کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ علم وقلم اور زبان وادب کے ایک قافلہ کی میزبانی پر ہمیں فخر ومسرت کا احساس ہو رہا ہے یہ قافلہ ہے جو اپنے ساتھ اخلاق، انسانیت، شرافت، محبت، وفا، صدق وصفا اور راستی سے معمور قلم کا تحفہ لے کر آیا ہے اور جو دنیائے علم وادب کو اس کی دعوت دیتا ہے کہ اسلامی ادب ہی سے انسانیت کی تعمیر ہوسکتی ہے۔ اس کی جڑیں آسمانی صحیفوں اور وحی ورسالت کے پیغام میں پیوست ہیں۔ مولانا محمد رضوان القاسمی نے حیدرآباد کی ممتاز شخصیتوں، یہاں کے صوفیوں، شاعروں اور عالمی حیثیت کے ممتاز محققوں اور داعیوں کا ذکر کیا، انھوں نے صدر رابطہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی اور جنرل سکریٹری مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا کہ ان حضرات نے اس اجلاس کے لئے دار العلوم سبیل السلام کا انتخاب کیا۔

عرب وفد کی طرف سے ڈاکٹر عدنان علی رضا نحوی نے ترجمانی کرتے ہوئے افتتاحی اجلاس میں فرمایا کہ ہندوستان میں تین چیزیں متاثر کرتی ہیں ایک دار العلوم ندوۃ العلماء دوسرے مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، تیسرے ہندوستان میں مسلمانوں کے لازوال علمی وتہذیبی کارنامے اور تاریخی آثار دشمنوں کی سازش اور کوششوں کے باوجود ہندوستانی مسلمانوں کے کارناموں میں برابر اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ ڈاکٹر نحوی نے ہندوستانی مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ وسیع عالم اسلام میں موجود امت مسلمہ کا ایک حصہ ہیں، وہ کوئی الگ قوم نہیں، انھیں چاہئے کہ وہ اسلامی دعوت کے فرائض انجام دیتے رہیں۔

افتتاحی اجلاس میں شہر حیدرآباد کی ممتاز علمی، دینی اور سیاسی شخصیتیں، مختلف انجمنوں تعلیمی وثقافتی اداروں اور جماعتوں سے تعلق رکھنے والے ذمہ دار حضرات موجود تھے۔

افتتاحی اجلاس دس بجے سے بارہ بجے تک جاری رہا، بعد نماز مغرب تا عشا مقالات کی نشست ہوئی، دوسرے دن ۲ر نومبر کو ساڑھے آٹھ تا ایک بجے دو نشستیں، بعد مغرب بھی دو نشستیں مقالات کی ہوئیں، تیسرے دن ۳ر نومبر کو دو نشستیں ہوئیں جن میں مقالے پیش کئے گئے، اختتامی نشست اسی سے متصل ہوئی جس میں بڑی تعداد میں معززین شہر موجود تھے حضرت مولانا مدظلہ نے خطاب فرمایا۔

اختتامی خطاب سے قبل سکریٹری جنرل نے سہ روزہ سیمینار کی کارکردگی پر روشنی ڈالی میزبانوں کا شکریہ ادا کیا کہ ان کی مخلصانہ کوششوں سے یہ اجلاس کامیابی سے ہمکنار ہوا، پروفیسر انیس چشتی نے مندوبین کی طرف سے اور مولانا محمد رضوان القاسمی نے دار العلوم سبیل السلام کی جانب سے رابطہ کے ذمہ داروں، شرکائے اجلاس کا عموماً اور غیر ملکی مہمانوں کا خصوصاً شکریہ ادا کیا، عرب وفد کی ترجمانی ڈاکٹر عدنان علی رضا نحوی نے کی، تجاویز کمیٹی کی مرتب کردہ قرارداد اور تجاویز پڑھ کر سنائی گئیں۔

صدر جلسہ مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی نے اس مجمع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں ہندوستان کے شہر میں ہم سب اسلام کے نام کی برکت سے جمع ہیں، یہ اسلام کی لافانی دولت اور ایمان جیسی نعمت اور قرآن کا معجزہ ہے جس نے ہندوستان جیسے دور دراز خطے میں یہاں کے علما اور محققین کو ایسی کتابیں تصنیف کرنے پر آمادہ کیا، جو علمی دنیا میں شاہکار اور اپنے موضوع پر نادرۂ روزگار سمجھی جاتی ہیں، اسلامی علوم وفنون کی تاریخ بلکہ اسلامی کتب خانے کے وسیع ذخیرہ میں ان کتابوں کی نظیر نہیں ملتی، پوری علمی دنیا ان کتابوں کی محتاج ہے، مولانا مدظلہ نے قاضی عبد النبی احمد نگری کی دستور العلماء، قاضی محمد اعلیٰ تھانوی کی کشاف اصطلاحات الفنون، علامہ محمد طاہر پٹنی کی مجمع بحار الانوار، برہانپور کے علی متقی کی کنز العمال اور بلگرام کے علامہ مرتضیٰ کی تاج العروس کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ خالص علمی اور فنی موضوعات پر یہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مولانا نے مزید کہا کہ ہر دور میں یہاں عربی زبان بولنے اس کو سمجھنے، اور اس میں تحقیقی تصنیف کرنے والے موجود رہے، یہ قرآن کا معجزہ ہی ہے کہ ہم اس ملک میں رہتے ہوئے عربی زبان پر عبور اور پوری طرح دسترس رکھتے ہیں۔ مولانا نے حاضرین پر زور دیا کہ وہ عربی زبان سیکھیں اور اس پر عبور حاصل کریں، یہ ہمارے قرآن اور ہمارے نبی اور صحابہ کرامؓ اور شہداء کی زبان ہے جنھوں نے اس زبان کے ذریعہ پوری دنیا میں دین کو پھیلایا اور بے شمار زحمتیں اٹھائیں جس کے باعث وہ دونوں جہان میں سرخرو ہوئے، مولانا نے کہا کہ اردو فارسی اور دیگر زبانیں حالات کے لحاظ سے عروج وزوال سے ہمکنار ہوسکتی ہیں کوئی زبان بے بازرہے عربی زبان قیامت تک باقی رہے گی جب

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

شعبان المعظم اور
شب برات کی فضیلت

محمد شاهد ندوی

اسلامی تقویم کے لحاظ سے شعبان المعظم کا مہینہ آٹھواں مہینہ ہے جو بڑی خیر وبرکت کا مہینہ ہے جس میں بندوں کے اعمال کا اجر وثواب زیادہ دیا جاتا ہے۔ نیز بارگاہ خداوندی میں بندوں کے اعمال پیش بھی ہوتے ہیں، لہٰذا اس خیر وبرکت کے مہینہ میں حتی المقدور اعمال خیر میں کوشاں رہنا چاہئے۔ ذکر وتلاوت، دعا ومناجات، توبہ وانابت الی اللہ اور استغفار وغیرہ کا کثرت سے اہتمام کرنا چاہئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ماہ رجب کی آمد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے اللہ رجب وشعبان ہمارے لئے مبارک کر اور (ہم پر) برکتیں نازل فرما، اور رمضان کا مبارک مہینہ ہمیں نصیب فرما۔ (اس روایت کو ابن عساکر اور ابن نجار نے تحریر کیا ہے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔ (فردوس الاخبار)

حضرت عائشہؓ ہی کی زبانی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگوں کی روحیں قبض کرنا ہوتی ہیں ان کے نام کی فہرست اسی ماہ شعبان میں ملک الموت کو دی جاتی ہے۔ اور میری دلی خواہش ہے کہ میرا نام اس حالت میں درج فہرست کیا جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔

ماہ شعبان کی فضیلت اور اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اسی مہینہ میں معجزۂ شق القمر کا واقعہ پیش آیا۔ اس مہینہ میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ عمل صالح بارگاہ ایزدی میں پہونچایا جاتا ہے۔ اس ماہ میں جو بندہ بھی تین روزے رکھتا ہے اور افطار کے وقت مجھ پر تین مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ رزق میں برکت ہوتی ہے۔ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار کرے گا اور جب تک جنت میں نہ داخل ہوجائے اونٹنی پر سے نہ اترے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان سے زیادہ کسی اور مہینہ میں روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ ایک اور روایت میں انھوں نے فرمایا کہ آپ پورے شعبان روزہ رکھتے تھے یا شعبان کے چند دنوں کو چھوڑ کر باقی پورا مہینہ روزہ رکھتے تھے۔ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرنے والوں کی فہرست پندرہویں شعبان کی رات کو تیار کی جاتی ہے۔ (بروایت ابن ابی دنیا)۔

حضرت عطاء بن یسارؒ کا بیان ہے شعبان کی پندرہویں شب میں ملک الموت کو ایک فہرست دے کر اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔ جن لوگوں کے نام اس میں لکھے جاتے ہیں ان کی روح اس سال وقت مقررہ پر قبض کرنا۔ اور شعبان کی پندرہویں شب کے وقت لوگوں کے حالات متفرق ہوتے ہیں۔ کوئی فرش وفروش کرتا ہے، کوئی باغوں کے درخت لگانے کی فکر میں ہوتا ہے۔ کوئی نکاح کرتا ہے۔ اور کوئی شادی کی تیاری میں مصروف ہوتا ہے، اور کوئی محلات بنوا رہا ہوتا ہے لیکن لوگوں کی مشغولیات کے وقت دوسری طرف اللہ تعالیٰ ان کی موت کا دن تاریخ لکھتا ہوتا ہے (موت کے ماہ وسال)

پندرہویں شعبان کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے ارشاد "فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ" (اس شب میں ہر حکمت والے کا فیصلہ دیا جاتا ہے) کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ پندرہویں شعبان کی رات میں سال بھر کے تمام کاموں کا فیصلہ کیا جاتا ہے، اس رات زندہ رہنے والے اور حج کرنے والے سب کے نام کی فہرست تیار کی جاتی ہے جس کی تعمیل میں کسی قسم کی ذرا سی بھی کمی بیشی نہیں ہوتی ہے (اس روایت کو ابن جریر اور ابن منذر نے لکھا ہے)۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی شب میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ اس شب میں ہر گنہگار کی بخشش ہوتی ہے۔ البتہ مشرک اور کینہ پرور کی بخشش نہیں ہوتی۔ (بیہقی)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رات سے متعلق ارشاد گرامی ہے:-

"إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُومُوا لَيْلَهَا وَصُومُوا يَوْمَهَا فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَنْزِلُ فِيهَا لِغُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ أَلَا مِنْ مُسْتَرْزِقٍ فَأَرْزُقَهُ أَلَا مِنْ مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ" (ابن ماجہ)

شعبان کی پندرہویں شب میں قیام کرو اور دن کا روزہ رکھو (پندرہویں تاریخ کا دن) اللہ تعالیٰ اس شب کے غروب آفتاب کے بعد آسمان دنیا کی طرف تمام رحمتوں کو متوجہ فرما کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہے کوئی معافی طلب کرنے والا جو

مجھ سے معافی طلب کرے اور میں اس کو معاف کردوں ہے کوئی مجھ سے روزی مانگنے والا کہ وہ مجھ سے روزی مانگے اور میں اس کو روزی دوں ہے کوئی مصیبت زدہ جو مجھ سے مصیبت دفع کرنے کے لئے کہے اور میں اس کی مصیبت دور کروں، یہ اعلان صبح صادق تک ہوتا رہتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

"أَتَانِي جِبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ هٰذِهٖ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَلِلّٰهِ فِيهَا عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ بِعَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَى مُشْرِكٍ وَلَا إِلَى عَاقٍّ لِوَالِدَيْهِ وَلَا إِلَى مُدْمِنِ خَمْرٍ" (بیہقی)

میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ آج شعبان کی پندرہویں رات ہے۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ قبیلہ کلب کی بکریوں کے بال کے برابر اپنے بندوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس رات میں مشرک والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شرابی کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھتا ہے۔

لہٰذا اس مبارک رات میں جس قدر عبادت ہوسکے اس میں کوشش کرنی چاہئے اور خیر و برکت کے حصول میں کسی قسم کی تساہلی اور تغافل سے کام نہ لینا چاہئے۔

محترم قارئین! کہاں ماہ شعبان المعظم اور اس ماہ کی مبارک پندرہویں شب کے فضائل و برکات اور کہاں ہماری یہ غفلت کہ اس میں برکات سے فائدہ اٹھانے کا ذرا بھی اہتمام نہیں کرتے بلکہ اس کے برعکس اس شب میں جو ذکر و تلاوت اور استغفار کی رات ہوتی ہے اس کو چھوڑ کر دوسری تقریبوں کی دیکھا دیکھی رات بھر پٹاخے داغتے ہیں۔ آسمانوں سے خدا کی رحمت تو زمین کی طرف آتی ہے تاکہ اپنے بندوں کے گناہ معاف کرکے انھیں برگزیدہ بنا دیا جائے مگر ہم ہیں کہ آگ کے شعلے آسمانوں کی طرف چھوڑتے ہیں تاکہ رحمت خداوندی متوجہ نہ ہوسکے۔ اور ہمارے گناہوں کا بوجھ جوں کا توں رہے۔ کاش یہ ہزاروں روپے مفلوک الحال اور نادار بیواؤں و یتیموں کے کام آتے، اس سے دینی فلاحی اور تربیتی ادارے بنتے اور اس سے سماجی برائیوں کو جنم دینے والی تحریکوں کا مقابلہ کیا جاتا۔ کتنے گھر ہیں جو آتش بازی کی نذر ہوچکے ہیں۔ آتش بازی سے ملک و ملت کا نقصان ہے۔ ہمارا اور آپ کا نقصان ہے اور ان سب سے بڑھ کر دین کا نقصان عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو اس طرح کے اسراف سے محفوظ رکھے اور ماہ شعبان المعظم و شب برأت کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔

(بقیہ)
رپورٹ حیدرآباد

تک اس ملک میں مسلمان اور اسلام ہے عربی زبان زندہ رہے گی۔

مقالہ نگاروں نے مواعظ و ملفوظات کے اسالیب ان کی تاریخی و ادبی اور فنی خصوصیات پر مضامین نیز اس کے علاوہ قرآن و حدیث میں مواعظ کے اسلوب کو بھی موضوع بنایا گیا، اسلامی تاریخ دعوت و عزیمت کی ممتاز شخصیتوں کے مواعظ و ملفوظات کا تحلیل و تجزیہ اور جائزہ پیش کیا گیا اور ان کی ادبی و تاریخی قدر و قیمت پر روشنی ڈالی گئی، سیدنا علی بن ابی طالبؓ، امام حسن بصریؒ، امام شافعیؒ، سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ، امام ابن جوزیؒ، امام غزالیؒ، شیخ حارث المحاسبیؒ قدیم دور کے بزرگوں میں... آخری دور کے علماء اور بزرگوں میں شیخ سید علیؒ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، مولانا شاہ یعقوب مجددیؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، مولانا محمد احمد صاحب کے ملفوظات کو موضوع بنایا گیا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی مجالس پر مقالہ پڑھا گیا، حضرت تھانوی کے ملفوظات و مواعظ پر پانچ مقالات پڑھے گئے، مولانا شاہ یعقوب مجددیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ "صحبتِ با اہلِ دل" پر سابق انکم ٹیکس کمشنر شیخ عبداللہ نے انگریزی میں مقالہ پیش کیا۔

دارالعلوم کے اساتذہ و طلبہ کا ایک وفد اس سیمینار میں شریک ہوا، یہ وفد اٹھارہ افراد پر مشتمل تھا۔ ٭

مگن ہیں ہم ہوس کے پیرہن میں

خلیل پرتاپ گڈھی

شمیم گل جو پھیلی ہے چمن میں
رہی پوشیدہ غنچوں کے دہن میں
جو منہ کھولا ہے کلیوں نے تو نکلی
نسیم صبح لائی انجمن میں
مقید تھی جو آوارہ پھرے ہے
کبھی صحرا کبھی کوہ و دمن میں
معطر کرگئی جب چپّہ چپّہ
تو کلیاں مسکرائیں اپنے من میں
بہ شکلِ گل کھلیں تو روٹھے شبنم
کہ جاں باقی نہیں گل کے بدن میں
ذرا سی دیر میں سورج جو نکلا
سمیٹے اس نے شبنم کو کرن میں
اڑی شبنم تو پنکھڑیاں بھی بکھریں
لپٹ کر رہ گئیں دونوں کفن میں
فنا انجام ہے ہر شے کا پھر بھی
مگن ہیں ہم ہوس کے پیرہن میں
خلیل آرائشِ تن پر نہ بھولو
سنوارو روح کو جب تک ہے تن میں

سوال وجواب

٭ محمد طارق ندوی ٭

س:- بجلی کی چوری کرنا کیسا ہے؟

ج:- چوری چاہے جس چیز کی ہو اسلام میں جائز نہیں ہے اس لئے بجلی کی چوری بھی جائز نہیں۔

س:- تلاوت قرآن کے درمیان دنیاوی باتیں کرنا کیسا ہے؟

ج:- اگر کوئی ایسی فوری ضرورت پیش آگئی ہو جس کے لیے بات کئے بغیر چارہ کار نہ ہو تو مختصر کرسکتا ہے۔ مگر جب تلاوت شروع کرے تو اعوذ باللہ الخ ضرور پڑھے۔

س:- تلاوت کے درمیان سجدۂ تلاوت چھوڑ کر آگے بڑھ جانا کیسا ہے؟

ج:- قرآن مجید کی تلاوت کے درمیان صرف سجدہ کی آیت کا چھوڑ دینا اور آگے بڑھ جانا مکروہ ہے۔

س:- وکالت کے ذریعہ حاصل شدہ رقم کا شرعاً کیا حکم ہے؟

ج:- وکالت کے ذریعہ حاصل شدہ رقم کی صورت اگر یہ ہے کہ وکیل نے جھوٹ اور دھوکہ بازی سے کام نہ لیا، بلکہ اپنی بساط بھر اس نے صحیح مقدمہ لیا اور دیانتداری سے وکالت کی تو اس سے حاصل شدہ رقم حلال ہے اگر اس نے وکالت میں جھوٹ اور دھوکہ بازی کا سہارا لیا تو اس سے حاصل شدہ رقم یقیناً حرام ہے۔

س:- اگر ایک شخص کی دو جگہ زمین و جائیداد ہو۔ ایک جگہ اس نے مستقل سکونت اختیار کی اور دوسری جگہ اس کے بھائی رہتے ہوں تو آیا وہ دونوں جگہ مقیم ہوگا یا صرف اس جگہ جہاں اس نے مستقل سکونت اختیار کی ہے؟

ج:- جس جگہ اس کے بھائی وغیرہ رہتے ہوں وہاں اگر اس نے مستقل قیام کی نیت نہ کی ہو تو وہ وہاں مسافر کے حکم میں ہوگا۔ اور جہاں خود مستقل سکونت اختیار کی ہے وہاں وہ مقیم کے حکم میں ہوگا۔ لہٰذا بھائی کے یہاں اگر پندرہ دن سے کم کا ارادہ کرے تو قصر کریگا اور جہاں خود مستقل رہتا ہے وہ وہاں پوری نماز پڑھے گا۔

(بقیہ)
نگارشات

اداریے کے باب میں اٹھارہ وہ منتخب اداریئے ہیں جو موصوف نے وقتاً فوقتاً "ذکر و فکر" اور "تعمیر حیات" کے لیے لکھے تھے۔ یہ چھوٹے چھوٹے اداریئے دراصل عالمی پیمانے پر حالات حاضرہ کی ادبی سیاسی، تہذیبی، ثقافتی، دینی و عمرانی SONOGRAPHY ہے آپ کا مسحور کن دل نشیں، انداز بیان دل و دماغ کی جذباتی و فکری تہیں کھولتا ہے۔ نگارشات میں موضوعات کا تنوع، زبان کی شگفتگی، فکر کی صلابت، ذہن کی بیداری، شعور کی پختگی اور وہ دور اندیشی ہے جو صرف اور صرف ایک مرد مومن کا ورثہ کہی جاسکتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا پربہار و جادو نگار قلم اسلوب و ادا کے جو گل تراشتا ہے وہ فن نگارش کی آبرو ہے۔ شعری ذوق آشنا رسا اور رچا ہوا ہے کہ جگہ جگہ برجستہ و برمحل اشعار اس طرح آتے ہیں جیسے پیراہن حریری میں سلمی ستارے ٹنکے ہوں۔

زشعر دلکش حافظ کسی شود آگاہ
کہ لطف طبع و سخن گفتن دری داند

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر" عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
فون: ۲۳۲۵
محمد لیسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی
آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

مختصر

عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● جاپان کے نامور مفکر اور دانشور ڈاکٹر ماتوشیو جو جاپان میں میڈل ایسٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے صدر ہیں انھوں نے اسلام کے موضوع پر لکھی جانے والی متعدد کتابوں کو فرانسیسی اور عربی زبان سے جاپانی زبان میں منتقل کیا ہے۔ ان کتابوں کے ترجمے کے عمل میں ان پر یہ بات واضح ہوئی کہ اس وقت دنیا میں جس قدر آسمانی مذاہب موجود ہیں ان میں سب سے زیادہ معقولیت پسند اور انسانی فطرت سے قریب صرف دین اسلام ہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میری کئی سالوں کی محنت سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ اسلام ہی مکمل دین ہے جو انسانیت کی صحیح رہنمائی کر سکتا ہے

● دبئی میں اسلامی بینکوں کی ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں تیس ملکوں کے دو سو سے زائد اسلامی بینکوں کے نمائندے شریک ہوئے اس سلسلے میں ایک پریس کانفرنس ہوئی جس میں روس کے میزخوم بینک کے بحرین میں نمائندے نے کہا کہ روس اسلامی بینکوں کے ساتھ تعاون بڑھانے اور بیرونی تجارت کے فروغ، پروجیکٹوں کے قیام اور انھیں چلانے کے سلسلہ میں سرمایہ کی فراہمی کے لیے اسلامی بینکوں کے ساتھ تعاون کرنے میں خصوصی دلچسپی رکھتا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اسلامی معاشی اصولوں پر کام کرنے والے اس طرح کے بینک ۲۵ سال قبل قائم کئے گئے تھے آج ان کے اثاثوں کی مالیت ۸۰ ارب ڈالر سے بھی زیادہ ہے۔

● ترکی میں وزیر اعظم مسٹر نجم الدین اربکان کی رفاہ پارٹی سے قریبی تعلق رکھنے والے بعض افراد نے ترکی کے ٹیلی ویژن پر اپنا اسلامی چینل شروع کر دیا ہے اس سے پہلے چار چینلوں پر اسلامی پروگرام ٹیلی کاسٹ کیا جا رہا ہے۔

● قطر اور پاکستان ایک ایسے منصوبے پر کام کر رہے ہیں جس کے تحت قطر پاکستان کو قدرتی گیس فراہم کرے گا، بی بی سی کے مطابق گیس کی فراہمی کے لیے قطر سے متحدہ عرب امارات کی بندرگاہ کے راستے سے کراچی تک ۱۶۰۰ کیلو میٹر طویل پائپ لائن بچھائی جائے گی۔ یہ منصوبہ ۱۹۹۸ء میں شروع ہو کر ۲۰۰۱ء تک مکمل ہو جائے گا۔

● فلسطین اور بیت المقدس کے مفتی شیخ عکرمہ صبری نے اپنے فتوے کے ذریعے مسلمانوں کو اسرائیل کی شہریت حاصل کرنے پر پابندی لگا دی ہے۔ انھوں نے کہا کہ اسرائیلی شہریت کو تسلیم کرنا اسرائیل کے فلسطین پر حق کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے خصوصاً فلسطینیوں کے لیے موجودہ حالات میں یہ امر قطعاً ناجائز ہے کیونکہ اس سے فلسطین میں مسلم آبادی کا توازن بگڑ سکتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ چونکہ فلسطین کے ہر حصے پر مسلمانوں کا حق ہے لہٰذا اس پر مسلط اسرائیلی حکومت کو تسلیم کرنا شرعاً حرام قرار پاتا ہے۔

بمبئی کے قارئینِ "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئینِ "تعمیر حیات" حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003.
Tele. : Add Cupketle Tel. : 3762220/3728708
Tel. (R) 3095852

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجیے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی ایک اہم ضرورت

کی

تکمیل کے لیے صاحب خیر حضرات کی توجہ درکار

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں طلبہ کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے جبکہ رہائش کی تنگی کے سبب بہت سے طلباء کو واپس کرنا پڑتا ہے۔

مزید برآں امتحانات کے زمانہ میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے سخت دشواری پیش آتی ہے۔ کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی کی عمارت کا نقشہ چھ منزل کا بنا تھا لیکن وسائل کی کمی کے سبب صرف تین منزلوں پر کام روک دیا گیا تھا۔ جبکہ اب شدید ضرورت کے تحت 'بنام خدا' اوپر کی منزلوں کا کام شروع کر دیا گیا ہے جس میں ایک بڑا ہال بھی ہوگا۔ اگر یہ ہال الگ سے بنتا تو اس کا صرفہ کئی گنا زیادہ ہوتا۔ اس ہال سے امتحان کا مسئلہ بھی آسان ہو جائے گا۔ دوسرے جلسے بھی ہو سکیں گے! اور ایک منزل پر دیگر ضروری کاموں کے لئے کمرے بن جائیں گے۔ یہ اہم کام لاکھوں روپے کے خرچ سے مکمل ہو سکے گا۔

لہٰذا اللہ کے نام پر خرچ کرنے والے بھائیوں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت سے نوازا ہے، ہماری پرزور اپیل ہے کہ اس کام میں دل کھول کر حصہ لیں۔ کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اجر بے حد و حساب ہے جس کو قرآن مجید میں یوں ادا کیا گیا ہے۔ مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مأۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشاء واللہ واسع علیم۔

جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان (کے مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اگیں اور ہر ایک بال میں سو سو دانے ہوں اور خدا جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے وہ بڑی کشائش والا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اہل خیر حضرات دل کھول کر حصہ لیں گے۔

(مولانا) محمد رابع حسنی ندوی
مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(مولانا) معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نوٹ

چیک، ڈرافٹ، منی آرڈر مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں، مرسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی صراحت ضروری ہے، چیک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیے؛ ناظم ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔
NAZIM NADWATUL ULMA. LUCKNOW

1997 | Fortnightly **TAMEER-E-HAYAT** Lucknow-7 | ۱۴۱۷-۱۸

JANUARY — شعبان، رمضان

Fri جمعہ	31 ۲۱	3 ۲۲	10 ۲۹	17 ۷	24 ۱۴
Sat سنیچر		4 ۲۳	11 رمضان ۱	18 ۸	25 ۱۵
Sun اتوار		5 ۲۴	12 ۲	19 ۹	26 ۱۶
Mon پیر		6 ۲۵	13 ۳	20 ۱۰	27 ۱۷
Tue منگل		7 ۲۶	14 ۴	21 ۱۱	28 ۱۸
Wed بدھ	1 شعبان ۲۰	8 ۲۷	15 ۵	22 ۱۲	29 ۱۹
Thu جمعرات	2 ۲۱	9 ۲۸	16 ۶	23 ۱۳	30 ۲۰

FEBRUARY — رمضان، شوال

Fri جمعہ		7 ۲۸	14 ۵	21 ۱۲	28 ۱۹
Sat سنیچر	1 رمضان ۲۲	8 ۲۹	15 ۶	22 ۱۳	
Sun اتوار	2 ۲۳	9 ۳۰	16 ۷	23 ۱۴	
Mon پیر	3 ۲۴	10 شوال ۱	17 ۸	24 ۱۵	
Tue منگل	4 ۲۵	11 ۲	18 ۹	25 ۱۶	
Wed بدھ	5 ۲۶	12 ۳	19 ۱۰	26 ۱۷	
Thu جمعرات	6 ۲۷	13 ۴	20 ۱۱	27 ۱۸	

MARCH — شوال، ذیقعدہ

Fri جمعہ		7 ۲۶	14 ۴	21 ۱۱	28 ۱۸
Sat سنیچر	1 شوال ۲۰	8 ۲۷	15 ۵	22 ۱۲	29 ۱۹
Sun اتوار	2 ۲۱	9 ۲۸	16 ۶	23 ۱۳	30 ۲۰
Mon پیر	3 ۲۲	10 ۲۹	17 ۷	24 ۱۴	31 ۲۱
Tue منگل	4 ۲۳	11 ذیقعدہ ۱	18 ۸	25 ۱۵	
Wed بدھ	5 ۲۴	12 ۲	19 ۹	26 ۱۶	
Thu جمعرات	6 ۲۵	13 ۳	20 ۱۰	27 ۱۷	

APRIL — ذیقعدہ، ذی الحجہ

Fri جمعہ		4 ۲۵	11 ۳	18 ۱۰	25 ۱۷
Sat سنیچر		5 ۲۶	12 ۴	19 ۱۱	26 ۱۸
Sun اتوار		6 ۲۷	13 ۵	20 ۱۲	27 ۱۹
Mon پیر		7 ۲۸	14 ۶	21 ۱۳	28 ۲۰
Tue منگل	1 ذیقعدہ ۲۲	8 ۲۹	15 ۷	22 ۱۴	29 ۲۱
Wed بدھ	2 ۲۳	9 ذی الحجہ ۱	16 ۸	23 ۱۵	30 ۲۲
Thu جمعرات	3 ۲۴	10 ۲	17 ۹	24 ۱۶	

MAY — ذی الحجہ، محرم

Fri جمعہ	30 ۲۲	2 ۲۴	9 محرم ۱	16 ۸	23 ۱۵
Sat سنیچر	31 ۲۳	3 ۲۵	10 ۲	17 ۹	24 ۱۶
Sun اتوار		4 ۲۶	11 ۳	18 ۱۰	25 ۱۷
Mon پیر		5 ۲۷	12 ۴	19 ۱۱	26 ۱۸
Tue منگل		6 ۲۸	13 ۵	20 ۱۲	27 ۱۹
Wed بدھ		7 ۲۹	14 ۶	21 ۱۳	28 ۲۰
Thu جمعرات	1 ذی الحجہ ۲۳	8 ۳۰	15 ۷	22 ۱۴	29 ۲۱

JUNE — محرم، صفر

Fri جمعہ		6 ۲۹	13 ۷	20 ۱۴	27 ۲۱
Sat سنیچر		7 صفر ۱	14 ۸	21 ۱۵	28 ۲۲
Sun اتوار	1 محرم ۲۴	8 ۲	15 ۹	22 ۱۶	29 ۲۳
Mon پیر	2 ۲۵	9 ۳	16 ۱۰	23 ۱۷	30 ۲۴
Tue منگل	3 ۲۶	10 ۴	17 ۱۱	24 ۱۸	
Wed بدھ	4 ۲۷	11 ۵	18 ۱۲	25 ۱۹	
Thu جمعرات	5 ۲۸	12 ۶	19 ۱۳	26 ۲۰	

JULY — صفر، ربیع الاول

Fri جمعہ		4 ۲۸	11 ۵	18 ۱۲	25 ۱۹
Sat سنیچر		5 ۲۹	12 ۶	19 ۱۳	26 ۲۰
Sun اتوار		6 ۳۰	13 ۷	20 ۱۴	27 ۲۱
Mon پیر		7 ربیع الاول ۱	14 ۸	21 ۱۵	28 ۲۲
Tue منگل	1 صفر ۲۵	8 ۲	15 ۹	22 ۱۶	29 ۲۳
Wed بدھ	2 ۲۶	9 ۳	16 ۱۰	23 ۱۷	30 ۲۴
Thu جمعرات	3 ۲۷	10 ۴	17 ۱۱	24 ۱۸	31 ۲۵

AUGUST — ربیع الاول، ربیع الثانی

Fri جمعہ	1 ربیع الاول ۲۶	8 ۴	15 ۱۱	22 ۱۸	29 ۲۵
Sat سنیچر	2 ۲۷	9 ۵	16 ۱۲	23 ۱۹	30 ۲۶
Sun اتوار	3 ۲۸	10 ۶	17 ۱۳	24 ۲۰	31 ۲۷
Mon پیر	4 ۲۹	11 ۷	18 ۱۴	25 ۲۱	
Tue منگل	5 ربیع الثانی ۱	12 ۸	19 ۱۵	26 ۲۲	
Wed بدھ	6 ۲	13 ۹	20 ۱۶	27 ۲۳	
Thu جمعرات	7 ۳	14 ۱۰	21 ۱۷	28 ۲۴	

SEPTEMBER — ربیع الثانی، جمادی الاول

Fri جمعہ		5 ۲	12 ۹	19 ۱۶	26 ۲۳
Sat سنیچر		6 ۳	13 ۱۰	20 ۱۷	27 ۲۴
Sun اتوار		7 ۴	14 ۱۱	21 ۱۸	28 ۲۵
Mon پیر	1 ربیع الثانی ۲۸	8 ۵	15 ۱۲	22 ۱۹	29 ۲۶
Tue منگل	2 ۲۹	9 ۶	16 ۱۳	23 ۲۰	30 ۲۷
Wed بدھ	3 ۳۰	10 ۷	17 ۱۴	24 ۲۱	
Thu جمعرات	4 جمادی الاول ۱	11 ۸	18 ۱۵	25 ۲۲	

OCTOBER — جمادی الاول، جمادی الثانی

Fri جمعہ	31 ۲۸	3 ۳۰	10 ۷	17 ۱۴	24 ۲۱
Sat سنیچر		4 جمادی الثانی ۱	11 ۸	18 ۱۵	25 ۲۲
Sun اتوار		5 ۲	12 ۹	19 ۱۶	26 ۲۳
Mon پیر		6 ۳	13 ۱۰	20 ۱۷	27 ۲۴
Tue منگل		7 ۴	14 ۱۱	21 ۱۸	28 ۲۵
Wed بدھ	1 جمادی الاول ۲۸	8 ۵	15 ۱۲	22 ۱۹	29 ۲۶
Thu جمعرات	2 ۲۹	9 ۶	16 ۱۳	23 ۲۰	30 ۲۷

NOVEMBER — جمادی الثانی، رجب

Fri جمعہ		7 ۶	14 ۱۳	21 ۲۰	28 ۲۷
Sat سنیچر	1 جمادی الثانی ۲۹	8 ۷	15 ۱۴	22 ۲۱	29 ۲۸
Sun اتوار	2 رجب ۱	9 ۸	16 ۱۵	23 ۲۲	30 ۲۹
Mon پیر	3 ۲	10 ۹	17 ۱۶	24 ۲۳	
Tue منگل	4 ۳	11 ۱۰	18 ۱۷	25 ۲۴	
Wed بدھ	5 ۴	12 ۱۱	19 ۱۸	26 ۲۵	
Thu جمعرات	6 ۵	13 ۱۲	20 ۱۹	27 ۲۶	

DECEMBER — رجب، شعبان، رمضان

Fri جمعہ		5 ۴	12 ۱۱	19 ۱۸	26 ۲۵
Sat سنیچر		6 ۵	13 ۱۲	20 ۱۹	27 ۲۶
Sun اتوار		7 ۶	14 ۱۳	21 ۲۰	28 ۲۷
Mon پیر	1 رجب ۳۰	8 ۷	15 ۱۴	22 ۲۱	29 ۲۸
Tue منگل	2 شعبان ۱	9 ۸	16 ۱۵	23 ۲۲	30 ۲۹
Wed بدھ	3 ۲	10 ۹	17 ۱۶	24 ۲۳	31 رمضان ۱
Thu جمعرات	4 ۳	11 ۱۰	18 ۱۷	25 ۲۴	

ناشر کمپیوٹرز اینڈ پرنٹرز — اردو، عربی، ہندی، انگریزی، کمپیوٹر کمپوزنگ اور طباعت کا واحد معیاری ادارہ

۳۵ رکلن کی لاٹ. گوئن روڈ. امین آباد. لکھنؤ — فون نمبر ۔ 217286

(بقیہ) درسِ حدیث

پہلے جنگ کرچکے ہیں ان کے لیے گھات کی جگہ بنائیں ۔ (سورہ توبہ ۔ ۱۰۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد : کہ من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین) تین احکام پر مشتمل ہے جن میں ایک دین میں فہم حاصل کرنے کی فضیلت ہے دوسرے یہ کہ دینے والا اصلاً اللہ رب العزت ہے تیسرے یہ کہ امت کی ایک تعداد جن پر ہمیشہ ہر زمانہ میں قائم رہے گی ۔ ابن حجر نے الفتح میں لکھا ہے کہ ۔ دین کے اندر فہم حاصل کرنے کے سلسلہ میں حصول فہم کا خیر ہونا محض سے کوشش سے ممکن نہیں بلکہ اسی کے لیے ممکن ہے جس پر اللہ تعالیٰ فہم کا دروازہ کھول دے جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ فہم کا دروازہ کھولیں گے ۔ ایسے لوگ برابر پائے جاتے رہیں گے ۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آجائے ۔ (جس کی احادیث میں پیشن گوئی کی گئی ہے) امام بخاری نے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ ان لوگوں سے مراد علماء حدیث ہیں امام احمد بن حنبل نے فرمایا اگر ان سے علماء حدیث نہیں مراد تو میں نہیں جانتا کہ اور کون ہو سکتا ہے، خیر کا لفظ نکرہ لایا گیا ہے تاکہ اس میں عموم ہو اور عظمت بھی پائی جائے ۔ حافظ کا قول ہے کہ خیر کا لفظ نکرہ اس لیے لایا گیا تاکہ کم زیادہ سب کے لیے عام ہو، اور نکرہ میں عظمت بھی پائی جاتی ہے ۔ موقع بھی اس کا متقاضی ہے ، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص دین میں سمجھ نہ پیدا کرے گا یعنی بنیادی مسائل و جزئیات کے علم سے محروم رہے گا وہ بڑی خیر سے محروم رہے گا ۔ آپؐ کا ارشاد ہے ۔ انما انا قاسم واللہ یعطی کا

مطلب یہ ہے کہ میں تو صرف پہنچانے والا تقسیم کرنے والا ہوں ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میں تم لوگوں میں تقسیم کرتا ہوں جو جس قابل ہوتا ہے اسی کے مطابق اس کو بتاتا اور تربیت کرتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ تم میں سے جس کو چاہتا ہے اس کے معنیٰ سمجھنے اور غور و فکر کی توفیق دیتا ہے تو رپشتی نے کہا : مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو بتا دیا ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو وحی اتاری اور بتایا اس میں کوئی فرق نہیں کیا کہ کچھ صحابہ کو بتائیں اور کچھ کو نہ بتائیں بلکہ سب کو یکساں سُنایا اور بتایا ۔ بتانے میں صلاحیتوں کے اعتبار سے سب کو پورا پورا بتا دیا ۔ بعض صحابۂ کرام حدیث سنتے لیکن صرف اس کے ظاہری معنیٰ کو سمجھتے جو عام اور کھلا ہوا ہوتا ۔ اور دوسرے صحابہ بھی اس حدیث کو سنتے وہ اس کی گہرائی میں جاتے اور اس سے بہت سے مسائل کا استنباط کرتے یہ محض اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے [1] تاریخ کے مطالعہ سے اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمنا ہوتی کہ تمام صحابۂ کرام کو تفقہ فی الدین کی صلاحیت حاصل ہو ان صحابۂ کرام میں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عطاء کا احسان فرمایا حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ ہیں جو تفقہ فی الدین قرآن و حدیث کی روشنی میں اسرارِ شریعت کو سمجھنے میں سب پر فائق تھے ان کے اس فہم و ادراک کو دیکھ کر اس شک میں مبتلا ہوئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کچھ خصوصی علم سے نوازا ہے جسے دوسرے صحابہ کو نہیں بتایا ۔

شعبی حضرت ابو حذیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا آپ کے پاس کوئی کتاب ہے انھوں نے جواب دیا نہیں صرف قرآن کریم ہمارے پاس ہے یا وہ سمجھ اور سوجھ بوجھ جو کسی بندۂ مومن کو حاصل ہوتی ہے یا اس کتابچہ میں جو کچھ ہے ۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا ۔ اس صحیفہ میں کیا ہے انھوں نے کہا عقل (قیدی کو آزاد کرنا اور یہ کہ کسی کافر کے بدلہ میں کوئی مومن نہ قتل کیا جائے) حضرت علیؓ کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ مجھے بات سمجھنے کی وہ صلاحیت عطا کی گئی ہے جو آدمی بات کو دلالت کلام سے سمجھ لیتا ہے اور بات کے ان اندرونی معانی کو سمجھ لیتا ہے جو ظاہری الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے، جیسے قیاس اور معانی اور دوسرے تمام استنباطات [8]

---

[1] السیرۃ النبویہ بن ہشام ج ۲ قسم ثانی ص ۱۳۳ ، ص ۵۲۲-۵۲۰

[2] فتح الباری کتاب العلم ۔ [3] عمدۃ القاری ۔

[7] فتح الباری کتاب العلم ۔ [8] عمدۃ القاری ۔ کتاب العلم ۔

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز ۔

NOTE BOOK

حرمین

اُردو کاپی

:- ملنے کا پتہ :-

مکتبہ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکٹر ل این ورما روڈ امین آباد لکھنؤ ۔

مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کر سکتے ہیں ۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک

فون نمبر : ۲۱۷۹۵۶ ، —

پندرہ روزہ تعمیر حیات ایک تحریک ہے اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لیں ۔